کیکٹس کا پھول

عشنا کوثر سردار

ناول

کیکٹس کا پھول

عشناء کوثر سردار

اس رات وہ کام ختم کر کے ریسٹورنٹ سے نکلی تھی جب ایسٹ لندن کی گلیوں سے گزرتے ہوئے تین سیاہ فاموں نے اسے آن لیا تھا۔ وہ لڑکی تھی رات کا اندھیرا تھا اس پر اتنی بڑی مصیبت کہ اسکی جیب میں پیسے تھے جو اسے آج ہی ملے تھے اور وہ انہیں گنوانا نہیں چاہتی تھی۔ وہ کوئی بدمزگی نہیں چاہتی تھی تبھی موبائل فون انکے ہاتھ پر رکھ دیا تھا۔ مگر وہ مزید ڈیمانڈ کرنے لگے تھے۔ وہ الجھنا نہیں چاہتی تھی مگر اس وقت چارہ نہیں رہا تھا۔ انکے ہاتھ میں چاقو تھے اور وہ تنہا۔ اس نے گھوم کر ایک کو کک رسید کی تھی مگر تبھی دوسرے دو نے اسے دبوچ لیا تھا......

ان کے بغیر ہم پہ جو گزری ہے رات دن
ان سے کہیں گے لاکھ وہ ہم سے خفا سہی
تیرے بغیر یوں بھی تو جاگی ہوں مدتوں
آ جا کہ آج ایک نیا رت جگا سہی

ڈاؤن سٹریٹ پر چلتے ہوئے اس کا ذہن سوچوں سے بری طرح الجھا ہوا تھا۔ اسے اس وقت اس برستی بارش کی بھی کوئی پروا تھی نا اس ٹھنڈے موسم کی، چہرہ کسی بھی جذبات سے ایسے عاری تھا جیسے وہ کوئی ڈمی ہو اور کسی موسم یا بات کا اثر اس پر مطلق نہ ہوتا ہو۔

''ایلیاہ میر، تمہیں عادت ہے چھوٹی چھوٹی باتوں پر پریشان ہونے کی۔ زندگی ایسے نہیں گزرتی۔ شام میں ہی اس کے ساتھ بیٹھی نمرہ نے کافی کے سپ لیتے ہوئے کہا تھا۔

''میں بزدل نہیں ہوں نمرہ۔ مجھے ایسے مت دیکھو میں تھک کر رکنا بھی نہیں چاہتی۔ میں رک گئی تو زندگی رک جائے گی اور......!'' اس سوچ سے آگے وہ سوچ سکی تھی نہ بول سکتی تھی۔ بس خاموشی سے نمرہ کی سمت دیکھا تھا۔ نمرہ نے اس کے ہاتھ پر ہاتھ رکھ دیا تھا۔

''ڈونٹ وری آئی ایم ہیئر اگر تمہیں خود پر بھروسا ہے تو پھر ساری منفی باتوں اور سوچوں کو ذہن سے نکال کر باہر پھینک دو۔ اس عمر میں اتنی ٹینشن لوگی تو آگے جا کر کیا کروگی؟ چہرے پر رونق رہے گی نہ خوب صورتی۔ تم یوں بھی ''آئس میڈن'' مشہور ہو۔ کوئی تمہاری طرف مشکل سے ہی متوجہ ہوتا ہے۔ سوچنے کی رفتار یہی رہی تو کوئی بے تاثر

نگاہ ڈالنا بھی ترک کر دے گا۔تم چاہتی ہو ایسا کچھ ہو؟'' نمرہ نے مسکراتے ہوئے اسے ڈرایا تھا۔وہ جانتی تھی نمرہ اسے اس سوچ سے باہر لانا چاہتی تھی تبھی مسکرا دی تھی۔مگر مسکرانے سے اس کی سوچ ختم نہیں ہوئی تھی نہ وہ فکر گئی تھی۔

''یہاں آنے کا میرا فیصلہ جیسے کوئی آخری راہ تھی نمرہ۔ مجھے اس سے آگے کوئی اور راہ دکھائی نہیں دی تھی۔ اب اگر یہ راہ بھی کسی بند گلی پر ختم ہو گئی تو میرا کیا بنے گا؟ میری ساری امیدوں کا پانی میں ملنا تو طے ہے نا؟'' ایلیاہ میر نے کافی کا سپ لیتے ہوئے دوسرے ہاتھ سے اپنی کنپٹی کو دبایا تھا۔

''اوہ مائی ڈیئر ایلیاہ میر' کاش میں تمہاری ان بے وجہ کی فکروں کی گٹھڑی بنا کر کسی دریا میں پھینک پاتی یا پھر تمہیں ہی اس دریا میں دھکا دے دیتی۔'' نمرہ نے دونوں ہاتھ اس کے گلے کی سمت بڑھاتے ہوئے اسے گھورا تھا۔ایلیاہ میر مسکرا دی۔

''اچھی خاصی معقول لگتی ہو جب مسکراتی ہو۔تمہیں روتی صورت بنائے رہنا کیوں پسند ہے؟'' نمرہ نے بسکٹ کی پلیٹ اس کی سمت بڑھائی تھی جسے اس نے ہاتھ سے پرے کر دیا۔

''آئی لاسٹ مائی جاب نمرہ،تم جانتی ہو یہ کتنا بڑا نقصان ہے۔میں اسٹوڈنٹ ویزہ پر یہاں ہوں۔یہ کساد بازاری کا دور ہے۔جابز ملنا کتنا مشکل ہے یہ بات تم بھی جانتی ہو۔میرا ویزہ آل ریڈی ایکسپائرڈ ہو چکا ہے۔ (Uk Border Agency) میں ویزا ایکسٹینڈ کرنے کی اپیل کیے دو ماہ گزر چکے ہیں۔ابھی تک مجھے میری یونیورسٹی سے سرٹیفکیٹ ملنے کی کوئی خبر نہیں آئی۔میں Post study work کے لیے تب تک اپلائی نہیں کر سکتی جب تک کہ یونیورسٹی مجھے وہ سرٹیفکیٹ نہ دے دے۔میں اپنی اس ایک پارٹ ٹائم جاب سے بھی ہاتھ دھو چکی ہوں اور تم کہہ رہی ہو میں پریشان نہ ہوں۔اس سچوایشن میں اور کیا کروں میں؟ اب تک میں نے وہ کیا جو تم نے مجھے مشورہ دیا۔اس موٹے پیٹ والے لائر کے منہ میں کتنے پاؤنڈز جا چکے ہیں اور کتنے وہ مزید کھانے اور ڈکار لیے بنا ہضم کرنے کو تیار ہے۔اس کی فکر میں نہ کروں تو اور کون کرے گا؟ میں یہ سب کیسے کر پاؤں گی؟ گھر سے ثناء کا فون آرہا ہے۔ان کو وہاں پیسے چاہئیں۔کہاں سے بھیجوں میں؟ سب بے کار رہا میرا یہاں آنے کا فیصلہ ہی غلط تھا۔فضول میں آ گئی میں نہ آتی تو اتنی پرابلم میں بھی نہ گھرتی۔میرے ساتھ تو وہ ہوا آسمان سے گرا کھجور میں اٹکا اور میری شامت آئی تھی جو اس بے کار کالج میں ایڈمیشن لیا اور یہ کساد بازاری کا ٹائم

بھی ابھی آنا تھا؟ کب نکلوں گی میں ان پرابلمز سے؟ کہاں سے پیسے بھیجوں شاہ اور جامی کو؟ کتنی اسٹوپڈ ہوں میں اب PSW ملنے تک کیا کروں گی؟ یو کے والے مجھے اٹھا کر باہر پھینک دیں گے اور ایسا نہ بھی ہوا تو کس طرح سروائیو کروں گی۔ سمجھ میں کچھ نہیں آرہا۔ دماغ پھٹ جائے گا میرا۔" ایلیاہ میر کے پاس فکروں کے انبار تھے۔ نمرہ نے اس کے ہاتھ پر ہاتھ رکھتے ہوئے اسے بھرپور ہمت دلانے کی اپنی سی کوشش کی تھی۔ ایلیاہ میر نفی میں سر ہلانے لگی تھی۔

"مجھے دبئی کی جاب چھوڑ کر اس طرح یہاں نہیں آنا چاہیے تھا۔ تب مجھے لگا تھا یہی بہتری کی راہ ہے مگر اب لگتا ہے میں نے تمام سفر صرف ایک بند گلی کی طرف کیا۔"

"تم اتنا پریشان مت ہو کوئی نہ کوئی راہ نکل آئے گی ایلیاہ، ایسے ناامید نہیں ہوتے تم کچھ پیسے مجھ سے ادھار لے سکتی ہوں۔ اس سے تم خود بھی گزارہ کر سکتی ہو اور جامی اور شاہ کو بھی بھیج سکتی ہو۔ جب جاب مل جائے تو مجھے لوٹا دینا۔"

ایلیاہ نے اس کے کہنے پر اسے خالی خالی نظروں سے دیکھا تھا۔ اس پرائے دیس میں نمرہ اس کا ایک مضبوط سہارا تھی۔ اگر وہ یہاں نہ ہوتی تو اس کے لیے یہاں آنا، سروائیو کرنا بہت مشکل ہو جاتا۔

"تم خود کچھ پریشان لگ رہی ہو؟" ایلیاہ نے اپنی مشکل سے سوچ بچا کر اس کی سمت دیکھا تھا۔ نمرہ نے گہری سانس لی تھی۔

"نہیں، سب ٹھیک ہے۔" وہ مطمئن نظر آنے کو مسکرائی تھی اور کافی کے سپ لینے لگی تھی۔

"تم تو گھر جانے والی تھیں نا، کیا ہوا؟ ایسے منہ کیوں اترا ہوا ہے؟" ایلیاہ نے پوچھا تھا۔

"اب نہیں جا رہی؟" نمرہ کا انداز مطمئن تھا۔

"کیوں؟" ایلیاہ حیران ہوئی تھی۔

"وہاں کسی کو میری ضرورت نہیں ہے۔" وہ اطمینان سے مسکرائی تھی اور اس کی سمت سے نظریں چرا گئی تھی۔

ایلیاہ کو ان آنکھوں میں کچھ دکھائی دیا تھا تبھی ہاتھ اس کے ہاتھ پر رکھا تھا۔

"کیا ہوا ایسے کیوں کہہ رہی ہو؟ تم تو چھ سال بعد گھر جانے والی تھیں نا؟ اتنی ڈھیر ساری شاپنگ کی سب کے لیے گفٹس لیے سب کو سرپرائز دینے کی ٹھانی اور اب......؟"

”ہاں میں سرپرائز دینا چاہتی تھی چھ سال بعد وہاں جا کر مگر ابھی وہاں بہت سی ضرورتوں کو پورا کرنا باقی ہے۔ممی نے بتایا ہے عروسہ کی شادی کے لیے بڑی رقم چاہیے اور مجھے اس کے لیے یہیں رہنا پڑے گا۔“

”مگر تم تو کچھ ہی مہینے پہلے اپنے بھائی کا یونیورسٹی میں ایڈمیشن کروا چکی ہو اور اس کے سمسٹرز کی فیس بھی بھر چکی ہو۔پچھلے مہینے تم نے گھر بنانے کے لیے بھاری رقم بھیجی تھی اس کا کیا؟“ ایلیاہ حیران تھی۔

”میں نہیں جانتی مگر وہ سب اس وقت کی ضرورت تھی۔اب نئی ضرورتیں منہ کھولے کھڑی ہیں اور اس کے لیے میرا پاکستان جانے کا ٹرپ منسوخ کرنا ضروری ہے۔ممی نے کل کہا پیسوں کی سخت ضرورت ہے اور میں انہیں یہ بتا نہیں سکی کہ میں آپ سب سے ملنے کو کتنی بے قرار تھی اور کتنی ڈھیر ساری شاپنگ بھی کر چکی تھی۔“ وہ سر جھکائے کہہ رہی تھی۔ایلیاہ کو افسوس ہو رہا تھا۔

”اوہ یہ ٹھیک نہیں ہوا، نا تم اگر آنٹی کو بتا دیتیں تو......!“

”اس سے کچھ نہیں ہوتا۔نمرہ اس کی بات کاٹ کر بولی۔

”لڑکیوں کے کاندھوں پر ساری ساری ذمہ داریاں ڈال دینے سے ان کے خواب مر جاتے ہیں نمرہ اور وہ اس کی شکایت بھی کسی سے نہیں کر سکتیں۔دیکھو تم کتنی اسٹرگل کر رہی ہو۔پچھلے چھ سال سے یہاں ہو۔جو کماتی ہو سارا کا سارا گھر بھجوا دیتی ہو اور اس پر بھی کسی کو تمہاری کوئی پروا نہیں۔وہ پلٹ کر یہ تک نہیں پوچھتے کہ ٹھیک بھی ہو کہ نہیں۔گھر واپس آنا چاہتی بھی ہو کہ نہیں؟ ہمیں مس بھی کرتی ہو کہ نہیں بات ہوتی ہے تو صرف پیسے بھجوانے کی،ضرورتیں گنوانے کی،میری صورت حال مشکل ہے۔مگر تم میری صورت حال سے کہیں زیادہ ہی مشکل ہو۔میری طرف سارا کا سارا بوجھ اور ذمہ داری اس لیے کہ وہاں کوئی اور ایسا کرنے کے لیے نہیں ہے۔مگر تم...... سب رشتوں کے ہوتے ہوئے بھی سب جھیل رہی ہو۔“ ایلیاہ افسوس سے بولی تھی۔

”مجھے اس کی پرواہ نہیں ہے ایلیاہ تم زیادہ مت سوچو میں خوش ہوں۔میں ان کی کوئی مدد کر رہی ہوں جاذب کی پڑھائی مکمل ہو جائے گی تو میری ذمہ داریاں بھی پوری ہو جائیں گی۔اینی وے میں اپنے آفس میں تمہاری جاب کے لیے بات کروں گی تم فکر مت کرو۔“ نمرہ مشکل صورت حال سے نمٹنے کا ہنر جانتی تھی اور تھکی ہوئی تو وہ بھی نہیں تھی۔مگر اسے فی الحال سمجھ نہیں آ رہا تھا کہ اس سچوایشن سے کس طرح باہر نکلا جائے۔

✿......✿......✿

وہ گھر کے قریب تھی۔ بارش کے باعث سڑک پر کچھ پھسلن تھی۔ وہ اپنی سوچوں میں تھی۔ تبھی ایک دم سے پاؤں پھسلا اور وہ اپنا توازن برقرار رکھنے کی کوشش میں گھٹنوں کے بل زمین پر آرہی اسی وقت اس کے سامنے سے آتی ہوئی کار کے ٹائر چرچرائے تھے۔ وہ اپنی آنکھیں خوف سے بند کر گئی تھی۔ اس نے ڈرتے ڈرتے آنکھیں کھول کر دیکھا۔ گاڑی کی ہیڈ لائٹس اس کی آنکھوں پر پڑ رہی تھی۔ اس نے آنکھوں پر کلائی رکھ لی تھی۔ تبھی گاڑی کا دروازہ کھول کر کوئی باہر نکلا اور اس کے قریب آن رکا۔ ایلیاہ نے اسی طرح گھٹنوں کے بل زمین پر بیٹھے ہوئے آنکھوں پر سے بازو ہٹا کر دیکھا تھا۔ کوئی اسے خشمگیں نظروں سے دیکھ رہا تھا۔

''آپ کو مرنے کا بہت شوق ہے لیکن اس کے لیے میری ہی گاڑی کا انتخاب کیوں؟ آپ کو کوئی اور گاڑی نہیں ملی؟'' کسی نے اسے لتاڑا تو وہ چندھائی ہوئی آنکھوں کو دیکھنے کے قابل بنانے کی سعی کرتے ہوئے اپنی دونوں آنکھوں سے اس بندے کو گھورنے لگی تھی۔ لحہ بھر توقف سے اس کی آنکھیں اس قابل ہوئی تھی کہ وہ سامنے کھڑے لمبے چوڑے بندے کو دیکھ پائی تھی۔

''اب اس طرح کیا دیکھ رہی ہیں؟ گاڑی کے سامنے سے ہٹنے کا موڈ ہے یا نہیں؟'' اس شخص کا موڈ خراب تھا یا اسے دیکھ کر خراب ہو گیا تھا؟ وہ اخذ نہیں کر پائی تھی۔ بس خاموشی سے اس شخص کو دیکھا تھا اور اس کے معصوم انداز میں اس کی سمت دیکھنے سے اثر یہ ہوا تھا کہ اس شخص نے اپنا ہاتھ اس کی سمت مدد کے لیے بڑھا دیا تھا۔ جسے ایلیاہ میر نے حیرت سے دیکھا تھا۔

''اب ایسے کیا دیکھ رہی ہیں، ہاتھ دیجیے۔'' وہ مدد کی بھرپور پیشکش کرتا ہوا بولا۔ ایلیاہ نے تب بھی اپنا ہاتھ اس کی سمت نہیں بڑھایا تھا۔ اس بندے کو شاید ایلیاہ پر ترس آ گیا تھا۔ تبھی لحہ بھر کو اسے خاموشی سے دیکھنے کے بعد اس نے گھٹنوں کے بل جھک کر اس کے قریب بیٹھ کر پوچھا۔

''آپ ٹھیک تو ہیں کہیں کوئی چوٹ تو نہیں آئی؟'' اس کے توجہ سے پوچھنے کا اثر تھا کہ وہ دی زدو رنج ہو رہی تھی آنکھوں سے آنسو نکل پڑے تھے۔

''اوہ آپ کا پروگرام تو لمبا لگ رہا ہے۔ ٹھیک ہے آپ یہاں بیٹھ کر آنسو بہائیے میں جاتا ہوں میں صرف یہ تسلی کرنا چاہتا تھا کہ آپ ٹھیک تو ہیں۔'' وہ شخص اتنا بے حس ہو سکتا ہے ایلیاہ کو سوچ کر ہی غصہ آیا تھا اور اپنے انتہا

سے زیادہ حساس ہونے پر بھی جی بھر کے ملال ہوا تھا۔ اسے اپنے یہ آنسو اس طرح کسی کے سامنے بہانا نہیں چاہیے تھے۔ وہ شاید یہی سمجھ رہا تھا کہ وہ کوئی فضول سی لڑکی ہے اور......!

یہی سوچ کر اس نے اٹھنے کی کوشش کی تھی اور گھٹنے کی چوٹ کے باعث کراہ کر رہ گئی تھی۔ اس اجنبی نے جو اپنی گاڑی کی طرف پلٹ رہا تھا مڑ کر اسے دیکھا تھا اور پھر جانے کیوں اس کے قریب آیا اور مدد کو ہاتھ دوبارہ اس کی سمت بڑھا دیا تھا۔

ایلیاہ نے اس کا پھیلا ہوا ہاتھ دیکھا تھا اور پھر جانے کیا سوچ کر اس کے پھیلے ہوئے ہاتھ پر اپنا ہاتھ رکھ دیا اور اٹھ کر کھڑی ہو گئی تھی۔

''آپ کو چوٹ زیادہ لگی ہے تو اسپتال لے چلوں؟'' اس بندے نے پیشکش کی تو ایلیاہ نے سر نفی میں ہلا دیا تھا۔

''اچھا کہاں رہتی ہیں آپ، گھر ڈراپ کر دوں؟'' وہ مہربان بننے کی پوری کوشش کر رہا تھا۔

''اس کی ضرورت نہیں۔'' وہ سپاٹ لہجے میں کہتے ہوئے اس کے ہاتھ سے اپنا ہاتھ نکال کر ایک سمت کھڑی ہو گئی تھی۔ اس شخص نے اسے بغور دیکھا تھا۔ شاید وہ بھی لیا دیا انداز رکھنے والا تھا یا پھر وہ جلدی میں تھا اور اس میں دلچسپی نہیں رکھتا تھا۔ تبھی گاڑی کا دروازہ کھول کر بیٹھا اور گاڑی آگے بڑھا لے گیا۔ ایلیاہ میر نے بھی کوئی خاص نوٹس نہیں لیا اور زخمی گھٹنے کے ساتھ آہستہ آہستہ چلتی ہوئی گھر کے اندر داخل ہوئی تھی اس کا ارادہ لینڈ لیڈی کا سامنا کرنے کا قطعاً نہیں تھا۔ اس نے کمرے کا رینٹ مانگنا تھا اور وہ فی الحال اس حملے کے لیے تیار نہیں تھی۔ تبھی نظر بچا کر چلتی ہوئی اپنے کمرے میں آ گئی تھی۔ بیگ ایک طرف رکھ کر جب وہ گھٹنے کا زخم دیکھ رہی تھی تبھی فون بجا تھا۔ ثناء کا نام دیکھ کر اس نے کال پک کرنے میں ایک لمحے کی بھی تاخیر نہیں کی تھی۔

''آپا آپ ٹھیک تو ہیں؟ میں کافی دیر سے آپ کا نمبر ٹرائی کر رہی تھی۔ آپ کال پک کیوں نہیں کر رہی تھیں؟'' دوسری طرف ثناء نے فکر سے پوچھا تھا۔

''میں ٹھیک ہوں۔'' وہ گھٹنے پر اینٹی سپٹک لگاتے ہوئے سسکی تھی۔

''کیا ہوا؟ آپ ٹھیک تو ہیں نا؟'' ثناء کو فکر ہوئی تھی۔

''کچھ نہیں ہوا سب ٹھیک ہے تم کیسی ہو؟ جامی کہاں ہے، کئی دنوں سے اس نے فون نہیں کیا؟''

''وہ اپنے سمسٹر میں بزی تھا اور اس کے بعد اسے اسائنمنٹ جمع کروانا تھے۔ اس کے نئے سمسٹر کی فیس بھرنا تھی۔ آپ نے کہا تھا پیسے بھجوا رہی ہیں ابھی تک اکاؤنٹ میں پیسے آئے نہیں۔''

''ہاں میں تمہیں ویسٹرن یونین سے پیسے بھجوانے والی تھی مگر......!''

''مگر کیا آپا؟''

''میں رقم جلد بھجواؤں گی ثناء تم فکر مت کرو۔ تمنا کی اسٹڈی کیسی چل رہی ہے؟ تمہیں فون کرتی ہے یا نہیں؟''

''کرتی ہے مگر اس کی اسٹڈی ٹف ہے سو زیادہ ٹائم نہیں ملتا اور دو چار سال میں ڈاکٹر بن جائے گی تو آپ کا کافی آرام مل جائے گا۔ ابھی تو ساری ذمے داریوں کا بوجھ آپ کے کاندھوں پر ہے اور......!''

''ایسا نہیں ہے ثناء، میں ایسا نہیں سمجھتی یہ بوجھ نہیں ہے میری ذمہ داری ہے تم لوگوں میں تم سب کا حصہ ہوں، تم سب کے علاوہ میرا کون ہے؟ ہم ایک دوسرے سے جڑے ہوئے ہیں۔ سو ایک دوسرے کی طاقت بھی ہیں۔'' ایلیاہ میر نے کہتے ہوئے گھٹنے کے زخم کو پٹی سے چھپایا تھا۔

''میں دو چار دنوں میں پیسے بھجوا دوں گی تم جا کر گروسری کر آنا اور ہاں جامی سے کہنا بائیک زیادہ تیز مت چلائے ورنہ میں آؤں گی تو اس کے خوب کان کھینچوں گی۔''

''یونیورسٹی سے سرٹیفکیٹ مل گیا آپ کو؟ میں نے نیوز پیپر میں پڑھا تھا آج کل یوکے میں اسٹوڈنٹس کے لیے انہوں نے اپنی پالیسیز کافی سخت کر دی ہیں۔ اب آپ اسٹڈی کے بعد وہاں رک نہیں سکتیں۔ میں نے پڑھا تھا کہ اسٹوڈنٹس صرف چائے بسکٹ پر گزارا کر رہے ہیں۔ مجھے آپ کی بہت فکر ہو رہی تھی۔ آپ کو دبئی کی جاب چھوڑ کر یوکے جانے کا فیصلہ نہیں کرنا چاہیے تھا۔ یوکے اسٹوڈنٹ ویزا پر جانا بہت بڑا رسک تھا۔ اگر کچھ غلط ہوتا تو......!'' ثناء فکرمندی سے بولی۔

''کچھ غلط نہیں ہوگا ثناء۔ میرے پاس دو دو ایم بی اے کی ڈگریاں ہیں اب...... اگرچہ یہاں سے کیے گئے ایم بی اے کی ڈگری ابھی نہیں ملی مگر جلد یا بدیر مل ہی جائے گی پھر میں پی ایس ڈبلیو کے لیے اپلائی کروں گی اور دو سال کے لیے لیگلی یہاں رہ سکوں گی اور کام بھی کر سکوں گی۔ اگر ایسا کچھ نہیں ہوتا تو میں جانتی ہوں مجھے کیا کرنا

ہے۔ تمہیں اس کے لیے فکر کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ میں اپنی ذمہ داریوں کو خوب سمجھتی ہوں شناہ۔ میرے ہوتے ہوئے تم لوگوں کو کوئی فکر کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ میں نے جو بھی کیا جو بھی فیصلہ لیا تم لوگوں کو ذہن میں رکھ کر لیا۔ دو سال بہت ہوتے ہیں۔ دو سال یہاں تک جانے کا مطلب ہے تمنا کے میڈیکل کی تعلیم مکمل ہو جانا۔ تمہارا بی اے مکمل ہو جانا اور جامی کا ہائی اسکول پاس کر لینا۔ اس کے بعد میں کہیں بھی جا کر کوئی بھی اچھی جاب کر سکتی ہوں۔ میں یہاں مستقل قیام کا سوچ کر نہیں آئی صرف تم لوگوں کا اچھا فیوچر جو میری نظر میں ہے اور دو سال اس کے لیے کافی ہیں۔'' ایلیاہ میر اسے سہولت سے سمجھاتے ہوئے بولی۔

''اچھا سنو شناہ میں تم سے بعد میں بات کرتی ہوں مجھے بہت بھوک لگ رہی ہے تھوڑی پیٹ پوجا کرنے دو۔''

''آپ کھانا کھانے کے بعد Skype پر آئیں گی نا؟ ہم نے کئی دنوں سے آپ کو نہیں دیکھا۔''

''ٹھیک ہے شناہ میں بات کرتی ہوں۔'' ایلیاہ میر نے کہہ کر سلسلہ منقطع کیا تھا اور اٹھ کر واش روم میں گھس گئی۔

✿......✿......✿

صبح اٹھ کر اس نے ای میلز چیک کیں مگر کسی اپلائی کی گئی جاب کا جواب نہ پا کر اس کا چہرہ اتر گیا تھا۔ اس نے بریک فاسٹ کیے بنا کوٹ پہنا تھا اور اٹھ کر باہر نکل آئی تھی۔ اسٹریٹ پر ایک طرف چلتے ہوئے وہ سیل فون پر نمرہ کا نمبر ملانے لگی تھی۔ وہ شاید اس وقت سو رہی تھی تبھی کال پک نہیں کی تھی۔ وہ بینک آئی اور اپنے اکاؤنٹ سے کچھ رقم نکلوا کر شناہ کو بھجوائی اور ایک ریسٹورنٹ میں آن بیٹھی تھی۔ کافی کے سپ لیتے ہوئے ایک گہری سانس خارج کی تھی اور سامنے نگاہ اٹھا کر دیکھا تھا۔ اس کی آنکھوں میں ایک چمک سی کوندی تھی۔ جیسے ایک امید کی کرن دکھائی دی تھی اور دوسرے ہی پل اٹھ کر وہ اس طرف چل پڑی تھی۔ نمرہ نے کچھ دن پہلے اسے ایک کارڈ تھمایا تھا اس کے کسی جاننے والے کی کمپنی تھی شاید یہاں کچھ بات بن سکتی تھی۔

''جی کس سے ملنا ہے آپ کو؟'' ریسپشنسٹ نے شستہ انگریزی میں پوچھا تھا۔

''وہ میں' مجھے ریان حق سے ملنا ہے۔'' اس نے مٹھی میں دبا کارڈ دیکھ کر روانی سے کہا تھا۔ ریسپشنسٹ نے اسے بغور دیکھا تھا۔

''آپ کی کوئی اپائٹمنٹ ہے۔''

''نہیں مگر......!''

''آپ ان سے نہیں مل سکتیں۔'' اس کے دوٹوک جواب نے اس کی آخری امید بھی توڑ دی تھی۔ وہ اس سے زبردستی کیسے ملتی؟ اس نے ریسپشنسٹ کو دیکھا کچھ سوچا اور پھر پوچھا۔

''وہ آپ کے بائیں جانب پیچھے دیوار پر کیا سائن ہے؟ اس کا کیا مطلب ہے؟ کلف لگی گردن والی اس خاتون نے اپنے سپاٹ چہرے کو کچھ موڑا اور یہی وقت تھا جب وہ ایک ہی جست میں اندر کی جانب بڑھ گئی تھی ریسپشنسٹ اس کے پیچھے چیخی تھی۔

''ہے لڑکی......کوئی روکو اسے۔'' وہ پورے زور سے حلق پھاڑ کر چلائی مگر ایلیاہ میر نے پلٹ کر نہیں دیکھا تھا اور سیدھی چلتی ہوئی سی ای او کے روم کے سامنے آن رکی تھی۔ بنا کچھ سوچے دروازے کے ہینڈل پر ہاتھ رکھا تھا اور بنا اجازت لیے اندر داخل ہوگئی تھی۔

''ایکسکیوزمی' آئی ایم ایلیاہ میر۔'' وہ پورے جوش سے بولی تھی۔ تبھی چیئر پر بیٹھے شخص نے سر اٹھا کر اس کی سمت دیکھا اور وہ اپنی جگہ بت بن گئی تھی۔ سامنے چیئر پر وہی شخص براجمان تھا جس کی گاڑی کے سامنے وہ اس رات آئی تھی۔ وہ شخص اسے دیکھ کر چونکا تھا۔

''جی آپ یہاں کیسے؟'' وہ بنا کسی اپائمنٹ لیے اس کے اپنے روم میں گھس جانے پر حیران ہوا تھا اور اسے خشمگین نظروں سے دیکھ رہا تھا۔ ایلیاہ میر نے ابھی کچھ کہنے کے لیے منہ کھولا ہی تھا جب سکیورٹی نے اسے آن دبوچا تھا۔

''یہ کیا بدتمیزی ہے یہ کس قوم کا رویہ اپنا رہے ہیں میرے ساتھ؟'' وہ چیخی تھی۔ مگر ہٹے کٹے سکیورٹی اہلکاروں نے اسے چھوڑا نہیں تھا۔ ایلیاہ میر نے سامنے چیئر پر بیٹھے شخص کو گھورا تھا۔

''ایسے خاموش بیٹھے کیا دیکھ رہے ہیں آپ؟ آپ کی کنٹری سے ہوں کچھ تو لحاظ کریں یہاں بم چھوڑنے نہیں آئی۔ آپ سے ملنے آئی ہوں۔ کم از کم اس طرح کا سلوک نہ کریں۔'' وہ غصے سے اردو میں گویا ہوئی تھی۔

ریان حق نے اسے جانچتی نظروں سے دیکھا تھا اور پھر سکیورٹی اہلکاروں کو اسے چھوڑنے کا اشارہ دیا تھا۔

''آپ جائیں یہاں سے۔'' اس کے حکم پر دونوں اہلکار باہر نکل گئے تھے۔ ایلیاہ میر نے گہری سانس لیتے ہوئے اسے دیکھا تھا۔

”شکر ہے بات آپ کی سمجھ میں تو آئی۔ چلو پرائے دیس میں ایک دیسی کی ہیلپ تو نصیب ہوئی۔“ اس نے طنز کیا۔

”آئی ایم برٹش۔“ وہ جتاتا ہوا بولا تھا۔ اس مختصر جملے میں کوئی نفی تھی نا کوئی مثبت اعلان۔ مگر ایلیاہ میر نے اسے جانچتی نظروں سے دیکھا ضرور تھا۔ مگر وہ مزید کچھ کہہ کر بات بگاڑنا نہیں چاہتی تھی۔ تبھی سہولت سے بولی تھی۔

”مجھے نمرہ نے آپ کا کارڈ دیا تھا۔ آپ ان کی کسی کزن کے ریلیٹو ہیں۔“ اس نے مدعا بیان کیا تھا۔ اس نے بیٹھنے کا اشارہ کیا۔ وہ کرسی کھینچ کر بیٹھ گئی تھی۔ تبھی وہ گہری سانس خارج کرتا ہوا بولا تھا۔

”مس آپ کوئی بھی ہیں مگر اس وقت انگلینڈ میں کساد بازاری چل رہی ہے۔ ہم اپنا اسٹاف کم کر رہے ہیں۔ بہت سے قابل لوگ اپنی جابز سے ہاتھ دھو رہے ہیں۔ ہمیں اپنی کمپنی کو بچانا ہے۔ اس کی ساکھ کو بچانا ہے اور اس کے لیے ہم بہت سا غیر ضرورت اسٹاف بھرتی نہیں کر سکتے۔ ہم مقامی لوگوں کو جابز سے برخاست کر رہے ہیں اور آپ تو یہاں کی ہیں بھی نہیں۔ یوں بھی ہم صرف لوکل لوگوں کو ہی جابز دینے کی پر پابند ہیں۔ میں کمپنی پالیسی کے خلاف نہیں جا سکتا۔“ اس کا لہجہ معذرت خواہانہ تھا۔ اس شخص کا چہرہ اس رات سے زیادہ سپاٹ تھا۔ وہ اسے گھورنے لگی تھی پھر سلگ کر بولی۔

”روبوٹ ہیں آپ، ایک انسان کی مجبوری دکھائی نہیں دیتی آپ کو؟ صرف لوکل لوگ ہی انسان ہیں ہم فارنرز نہیں۔ باصلاحیت ہوں میں اگر آپ مجھے جاب دیں تو میں پروف کر سکتی ہوں میں غلط انتخاب نہیں ہوں۔ آپ یہ فائل دیکھیں۔ میں نے ایک ایم بی اے پاکستان سے کیا ہے ایک یہاں کی مقامی یونیورسٹی سے کیا ہے۔ میں نے اپنے دو سالہ قیام کے دوران اچھی کمپنیز کے ساتھ کام کیا ہے۔ اگرچہ پارٹ ٹائم ہی مگر مجھے یہاں کی ٹاپ کمپنیز کے ساتھ کام کرنے کا تجربہ ہے آپ اس طرح مجھے نا نہیں کر سکتے۔“ اس نے فائل آگے رکھی تھی۔ ریان حق نے بنا دیکھے فائل بند کر دی تھی۔

”وہاٹ ایور بات آپ کی سمجھ میں آ جانی چاہیے۔ ہمیں ابھی ویل ریپوٹڈ کمپنیز کی فہرست میں آنا ہے اور اس کے لیے ہمیں اپنی بقاء کو بنائے رکھنا بہت ضروری ہے۔ اس وقت کسی بھی غیر مقامی کو جاب دینا رسک ہو سکتا ہے۔ اس کمپنی پر ہم فالتو کا بوجھ نہیں لاد سکتے۔ آئی ایم سوری۔“ وہ معذرت کر رہا تھا۔ عجیب بے حس شخص تھا۔

''کس قسم کے انسان ہیں آپ بات سمجھ نہیں آئی آپ کے جو مقامی ہیں صرف وہی انسان ہیں اور ہم کیا کریں۔''

''میں نہیں جانتا۔آپ اپنی کنٹری میں واپس جاسکتی ہیں اگر آپ کے لیے یہاں صورت حال مشکل ہوگئی ہے تو گو بیک ہوم......!''وہ سفاک لہجے میں بولا۔

''میری کنٹری؟اور وہ آپ کی بھی تو کنٹری ہے؟دیار غیر میں اپنے دیس کے کسی بندے کی مدد کردیں گے تو کیا بگڑ جائے گا آپ کا؟''

''مس......!''

''ایلیاہ میر......ایلیاہ میر نام ہے میرا۔بے نام نہیں ہوں میرے نام سے بلا سکتے ہیں آپ مجھے۔غیر مقامی لوگوں کو ان کے نام سے بلانا یقیناً کمپنی پالیسی کا حصہ نہیں ہوگا اور آپ کے مشورے کے لیے بھی شکریہ۔میں ڈھونڈ لوں گی راستہ، گھر واپس چلی جاؤں گی۔یہاں میں اپنی مرضی اور شوق سے نہیں آئی ہوں۔میری ڈگری پھنسی ہوئی ہے۔آپ کے اس انگلینڈ کے دو نمبر کے گھٹیا لوگوں نے پیسا بنانے کے لیے جو انٹرنیشنل اسٹوڈنٹس کو ہارکرنے کے لیے گھٹیا کالج اور کیمپس بنائے ہیں نا۔وہ ٹائم پر سرٹیفکیٹ بھی جاری نہیں کرتے۔کمانا آتا ہے آپ لوگوں کو خوب کما رہے ہیں دونوں ہاتھوں سے۔پیٹ بھر بھر کر کھا رہے ہیں مگر ہم اسٹوڈنٹس بسکٹ اور کافی کو بھی ترس رہے ہیں اور قصور کس کا ہے؟آپ لالچی لوگوں کا جو انٹرنیشنل اسٹوڈنٹس کو ہار کرنے کے لیے بہت تگ ودو کرتے ہیں۔انہیں سہانے خواب دکھاتے ہیں اور یہاں اپنی گھٹیا پالیسیز کی نذر کردیتے ہیں۔لالچ کی بھی حد ہوتی ہے۔انٹرنیشنل اسٹوڈنٹس کو ہار کرتے ہوئے کیوں بوجھ نہیں پڑتا آپ کی اکانومی پر؟ تب کیوں کساد بازاری دکھائی نہیں دیتی؟تب کیوں صرف فائدہ دکھائی دیتا ہے؟''وہ جذباتی انداز میں بولی تھی۔سامنے بیٹھے ہوئے شخص نے اسے اکتائے ہوئے انداز میں دیکھا تھا۔پھر گہری سانس خارج کرتے ہوئے بولا تھا۔

''لسن مس ایلیاہ میر۔بات اگر لالچ کی ہے تو آپ بھی صرف لالچ کے لیے ہی اس کنٹری میں آئی ہیں۔ایک اچھے مستقبل کا لالچ آپ کو کھینچ کر لایا ہے یہاں۔یہ بات عام ہے کہ انگلینڈ کی اس وقت کیا حالت ہے۔انٹرنیشنل اسٹوڈنٹس آنکھیں بند کیے نہیں بیٹھے کہ انہیں حقائق کی خبر نہ ہو۔سچ تو یہ ہے کہ آپ یہاں پارٹ ٹائم

جاب کر کے بھی اتنا کما سکتی ہیں جتنا اپنی کنٹری میں آٹھ دس مہینوں میں کمائیں گی۔ یہ آپ کا لالچ ہی تو ہے جو سختیاں جھیلنے کے لیے آپ کو یہاں ٹھہرنے پر مجبور کرتا ہے۔ لالچ کس میں نہیں ہے؟ سبھی لالچی ہیں اینی وے میرا وقت بہت قیمتی ہے ہم مزید بات نہیں کر سکتے۔ اب آپ جا سکتی ہیں۔" سپاٹ لہجے میں کہہ کر ریان حق نے اس کی فائل اس کے سامنے رکھی تھی اور اٹھ کر کھڑا ہوا تھا۔ تب ساکت بت بنی ایلیاہ میر کو بھی اٹھنا پڑا تھا۔ وہ خاموشی سے باہر نکل آئی۔

لڑ کر، جھگڑا کر کے یا ہم وطنی کا واسطہ دے کر وہ حاصل نہیں کر سکتے جس کی ہمیں اشد ضرورت ہے۔ اس کے پاؤں میلوں چلتے رہے تھے اور جب اپنے کمرے میں آ کر اس نے اپنے وجود کو بستر پر ڈالا تو اسے کوئی احساس نہیں تھا۔ سارا وجود جیسے بے حس تھا۔ تھکن کا کوئی احساس بھی نہیں تھا۔

وہ ایک برے وقت سے گزر رہی تھی۔ مگر وہ اپنے پیاروں کو ان حالات میں اکیلا نہیں چھوڑ سکتی تھی۔ اس کے کاندھوں پر ذمہ داری تھی ان کی۔ وہ خود چاہے کتنا بھی سفر کرتی مگر وہ انہیں سفر کرتے نہیں دیکھ سکتی تھی۔ مگر وہ کیا کر سکتی تھی؟ فی الحال کچھ سجھائی نہیں دے رہا تھا۔ ذہن پوری طرح سے ماؤف تھا۔ اس پاکستانی، دیسی دکھائی دینے والے ریان حق نے بہت اچھی طرح اس کی عقل ٹھکانے لگائی تھی۔

ہاں یہ اس کا لالچ ہی تو تھا۔

لالچی ہی تو ہو گئی تھی وہ جو اپنی اچھی خاصی دبئی کی جاب کو لات مار کر یہاں چلی آئی۔ مگر کس کے لیے؟ یہ اس کی اپنی خود کی غرض نہیں تھی۔ یہ اس کی فیملی کی بہتر سپورٹ کے لیے تھا۔ وہ اتنا کمانا چاہتی تھی کہ گھر چل سکے۔ ثنا، جامی اور تمنا کے اخراجات اٹھا سکے۔ انہیں پڑھا لکھا کر اچھا انسان بنا سکے۔ بس یہی تو چاہتی تھی وہ یہی تو تھا اس کا لالچ تو کیا غلط تھا اس میں۔

گرم گرم آنسو آنکھوں کے کناروں سے نکل کر بالوں میں جذب ہونے لگے تھے۔ وہ تنہا کھڑی تھی۔

بہت تنہا۔ کسی کو قصوروار نہیں ٹھہرا سکتی تھی۔

اس کا دل چاہا تھا ریان حق کا منہ نوچ لے۔ مگر اس کا بھی کیا قصور تھا۔ وہ مقامی روبوٹ تھا جو صرف فائدے کے لیے پروگرام کیا گیا تھا۔ وہ فائدے سے ہٹ کر نہیں سوچ سکتا تھا۔ وہ اسے یا اس جیسے کسی اور کو الزام نہیں دے سکتی تھی۔

وہ یہاں ٹھہرنا چاہتی تھی یہ اس کی مجبوری تھی۔ مزید دو سال یہاں رہ کر کمانا چاہتی تھی کیونکہ یہی اس کے حق میں بہتر تھا۔ کوئی اور اس کی مجبوری کیوں سمجھتا۔ وہ کیوں کسی سے فائدہ چاہ رہی تھی۔ پچھلے کئی دنوں سے اس نے پیٹ بھر کر نہیں کھایا تھا۔ اس کی روم میٹ کچھ خرانٹ تھی مگر اس کی کیفیت دیکھ کر اس نے اپنا فوڈ اس کے ساتھ شیئر کر لیا تھا۔ وہ رشین لڑکی تھی وہ بھی اسٹوڈنٹ تھی مگر ابھی اس کی اسٹڈی اور ویزا دونوں ختم نہیں ہوئے تھے۔ سو اسے ان حالات کا سامنا نہیں تھا جن کا ایلیاہ میر کو تھا۔ وہ بہت زیادہ مددگار نہیں ہو سکتی تھی کہ وہ خود بھی پارٹ ٹائم جاب کرتی تھی اور اپنے بوائے فرینڈ کا خرچہ بھی اٹھا رہی تھی جو کہ مقامی تھا اور آج کل بے روزگار تھا۔ نہ ہی ایلیاہ اس سے روز مدد مانگ سکتی تھی۔ اس کی خودداری اسے اس کی اجازت نہیں دیتی تھی۔ اس نے لیپ ٹاپ کھول کر سائنس پر اپنی سی وی چھوڑ دی تھی۔ شاید اس سے کوئی راہ مل سکتی۔ اس نے اپنے لائر سے بات کی تھی۔

''مجھے جاب چاہیے۔ اس کے لیے مجھے وہ پیپر ایوی ڈینس کے طور پر چاہیے جو میں نے اپنے (Post study work) کے لیے (Uk Border Agency) میں جمع کروائے ہیں۔ کیا اس کی فائل مجھے آپ آج بھجوا سکتے ہیں؟ یا میں آپ کے آفس آ جاؤں؟''

میں آج کچھ بزی ہوں مگر اس کے لیے مجھے UKBA جانا ہوگا۔ تبھی کچھ ہو سکتا ہے۔ آپ بڑی کمپنیز کی بجائے چھوٹی جابز پر دھیان دیں۔ کسی ریسٹورنٹ یا پھر اسٹور یا شاپ کوئی بھی جاب بڑی یا چھوٹی نہیں ہوتی مس میر۔ میں نے یہاں MBA کیے لوگوں کو مچھلی پیک کرتے تک دیکھا ہے۔ جو کہ انتہائی گھٹیا کام سمجھا جاتا ہے مگر اس کی ایک دن کی آمدنی بھی خاصی معقول ہے۔ آپ پریشان مت ہوں خدا کوئی راہ ضرور دکھائے گا۔'' وہ لائر شاید کوئی اچھا انسان تھا جو اس کی حالت کو سمجھ رہا تھا۔ اس نے سلسلہ منقطع کیا تھا۔

''تو کیا اسے بھی مچھلیاں پیک کرنے کا کام کرنا ہوگا؟'' وہ اپنا کوٹ پہن کر باہر نکلتے ہوئی سوچ رہی تھی۔ جان پہچان کے بنا کہیں بھی جاب حاصل کرنا ممکن نہیں تھا اور وہ تھک کر نمرہ کے پاس آئی تھی۔ وہ کہیں جانے کے لیے تیار ہو رہی تھی۔

''کہاں جا رہی ہو تم؟'' ایلیاہ میر نے پوچھا۔

''مسز حیات کے یہاں ایک تقریب سے انہوں نے انوائٹ کیا ہے تم میرے ساتھ آنا چاہو گی؟'' آئینے میں اس کے عکس کو مسکراتے ہوئے دیکھا۔

''لیکن میں تو انوائٹڈ نہیں۔'' وہ سرد لہجے میں کہہ کر کاؤچ میں دھنس گئی تھی۔ نمرہ نے اسے آئینے میں بغور دیکھا تھا۔

''تمہاری جاب کا کیا بنا؟ تم ریان حق سے ملنے گئی تھیں؟''

''ہاں گئی تھی مگر اس نے کہا وہ صرف مقامی لوگوں کو جاب دیتا ہے۔''

نمرہ کو بہت لاچار اور تھکی ہوئی دکھائی دے رہی تھی۔ تبھی اسے مسکرا کر دیکھتے ہوئے بولی تھی۔

''تم میرے ساتھ چلو ہو سکتا ہے کوئی بات بن جائے؟ میں مسز حیات سے بات کروں گی۔ وہ ایم ڈی کے کافی قریب ہیں۔ ہو سکتا ہے وہ کچھ مدد کر سکیں۔ ملنے جلنے سے ہی کوئی راہ نکل سکتی ہے نا۔ ہم کوشش تو کر سکتے ہیں۔'' وہ راہ دکھا رہی تھی۔ وہ جانے پر مائل نہیں تھی مگر جانے کیا سوچ کر اس کے ساتھ چل پڑی تھی۔ وہاں آ کر اسے اندازہ ہوا تھا۔ اس تقریب کے لیے اس کا حلیہ خاصا غیر مناسب اور نا معقول تھا۔ اس نے خود کو مس فٹ محسوس کیا تھا۔

''نمرہ میں نے تم سے کہا تھا یہ مناسب نہیں مجھے بہت برا محسوس ہو رہا ہے۔ میرا حلیہ دیکھو کسی ڈرنگ سرو کرتی ویٹرس سے زیادہ نا معقول لگ رہی ہوں۔'' اس نے نمرہ کے کان میں سرگوشی کی۔ نمرہ مسکرا دی تھی۔

''ڈیئر اوکے اس سب کے بارے میں مت سوچو۔ یہ جو سب ویٹر ویٹرس دکھائی دے رہے ہیں نا یہ بے چارے سبھی اسٹوڈنٹس ہیں جو تقریب میں شریک سبھی لوگوں سے زیادہ پڑھے لکھے اور معقول ہیں۔ مجبوری کیا کیا کرواتی ہے۔ اس کا اندازہ تم سے زیادہ بہتر کون کر سکتا ہے۔ کئی کوالیفائیڈ انجینئر، سافٹ ویئر انجینئر، میڈیا پرسنز، ایم بی اے زان کی چاکری کر رہے ہیں۔ دیکھا جائے تو کافی خوش نصیب قوم ہے یہ جو اتنے پڑھے لکھے لوگوں کو اپنے پاؤں کے نیچے دبائے ہوئے ہے۔ دیکھو یہ قوم کل بھی راج کر رہی تھی اور آج بھی ہم پر قابض ہے۔'' نمرہ مسکرائی تھی۔ وہ اس کی بات سے انکار نہیں کر سکی تھی۔ مگر ترقی کا راستہ یہیں سے ہو کر تو گزرتا تھا۔ یہیں سے سارے خوابوں کی راہ ملتی تھی۔ سبھی پرابلمز کا حل بھی ملتا تھا۔ شاید یہی بات سب کو یہاں باندھے ہوئے تھی ویسے ہی جیسے وہ خود بندھی تھی۔

''نمرہ مجھے چلنا چاہیے۔ یہ ٹھیک نہیں ہے دیکھو مجھے سب کس طرح اور کیسی نظروں سے دیکھ رہے ہیں۔'' وہ

نمرہ کے کان کے قریب بولی تھی مگر نمرہ نے اس پر توجہ نہیں دی تھی۔وہ اس وقت سامنے کھڑے ایم ڈی کی طرف دیکھ کر مسکرائی تھی۔اسے ہاتھ ہلایا تھا اور پھر آگے بڑھ گئی تھی۔ایلیاہ میر نے دیکھا تھا وہ غائب تھی۔وہ کچھ سوچ کر پلٹی ارادہ اس تقریب سے نکل جانے کا تھا تبھی وہ کسی سے بری طرح ٹکرائی تھی۔

''اف۔'' ناک پر جیسے کوئی فولاد ٹکرایا تھا۔اس کی سسکی نکلی تھی۔شاید وہ لڑکھڑانے کو تھی جب کسی نے اسے تھام لیا تھا۔ایلیاہ میر نے آنکھیں کھول کر بہ مشکل سامنے کھڑے شخص کو دیکھا تھا اور آنکھیں یکدم پوری کھل گئیں۔اس کے سامنے ریان حق کھڑا تھا۔

''دیکھ کر نہیں چل سکتے آپ؟ یا آپ صرف مقامی لوگوں کو دیکھ کر چلتے ہیں۔'' ایک زوردار طنز کیا تھا۔جس کا اثر ریان حق پر قطعاً نہیں ہوا تھا۔

''یہاں بھی جاب مانگنے آئی ہیں آپ۔'' اس نے رسانیت سے طنز کیا تھا۔

''اوہ۔'' ایلیاہ میر نے ہونٹ سکوڑے تھے۔وہ انسان اپنی حیثیت اور نشے میں پوری طرح چور تھا۔اسکا دماغ ٹھکانے لگانا بہت ضروری تھا۔

''ہاں جاب مانگنے آئی ہوں کوئی تکلیف ہے آپ کو؟'' وہ سینے پر ہاتھ باندھتی ہوئی پراعتماد انداز میں بولی۔ریان حق نے اس کی سمت خاموشی سے دیکھا۔کیا وہ اس کے کونفیڈنس سے متاثر ہوا تھا۔وہ گھورتی ہوئی کوئی اور سخت بات کہنے والی تھی۔جب نمرہ نے کہیں سے نکل کر اسے کھینچ لیا تھا۔

''میں نے حیات صاحب سے بات کی ہے تم ان سے مل لو وہاں سامنے کھڑے ہیں۔'' اس کے کان کے قریب منہ کر کے کہا تھا۔وہ کچھ دیر خاموشی سے اس کی سمت دیکھتی رہی تھی۔پھر بھٹکتی ہوئی نگاہ ریان حق پر گئی جو اس لمحے کسی پری وش کے ساتھ کھڑا کسی بات پر مسکرا رہا تھا۔تو کیا مسکرانا بھی جانتا تھا وہ؟ اسے اتنا سینس تھا کہ لڑکی کو کیسے ٹریٹ کیا جاتا ہے۔یا کیسے بات کی جاتی ہے؟ تو کیا وہ صرف مقامی لوگوں سے بات کرنے کے لیے پروگرام کیا گیا تھا؟

''اف، یہ نسل پرستی ایک بلی یا کتے کو سڑک سے اٹھا کر اسے شاہانہ زندگی دینے والے کیسے دوغلے پن کا مظاہرہ کرتے ہیں۔انسانوں کے نام پر اپنی پالیسیز کو سخت کر لیتے ہیں اور مقامی جانوروں کے لیے بھی ان کے

اندر انسانیت عود کر آتی ہے۔ اپنا جانور بھی خاص ہے اور دوسری کنٹری کا انسان بھی جانور سے بدتر۔'' ایلیاہ میر نے سوچا تھا اور حیات صاحب کی طرف بڑھ آئی تھی۔

''مجھے نمرہ نے......!'' اس نے ابھی منہ کھولا ہی تھا۔ جب وہ مسکرا کر بولے۔

''جانتا ہوں آپ ادھر آ کر میری بات سنیں۔'' وہ اسے شانے سے تھام کر ایک ویران گوشے میں لے گیا تھا۔ اس کے سامنے کھڑی ایلیاہ میر اسے منتظر نظروں سے دیکھنے لگی تھی۔ مسٹر حیات نے ڈرنک کا سپ لیا تھا اور پھر مسکراتے ہوئے اس کی سمت دیکھا۔

''مس میری بات اتنی سی ہے کہ آج کل کساد بازاری کا دور ہے اور......!''

''جانتی ہوں نئی بات کریں۔'' وہ اکتا کر بولی۔ وہ اس کے تیور دیکھ کر مسکرایا تھا۔

''خاصا ایٹی ٹیوڈ ہے آپ میں اور خود اعتمادی بھی مگر اپنی کنٹری میں سب چلتا ہے یہاں نہیں۔ یہاں کچھ کو آپریٹ کرنا پڑتا ہے۔'' اس کی مسکراہٹ میں لین دین کا معاملہ تھا وہ چونکی تھی۔

''مطلب۔'' سوالیہ نظروں سے مسٹر حیات کو دیکھا تھا۔

''مطلب مس میر میں آپ کی مدد کر سکتا ہوں۔ اگر کچھ مدد آپ میری کر دیں تو؟''

اس کی مسکراہٹ معنی خیز تھی۔ ایلیاہ میر کا دل چاہا تھا کہ اس کا منہ نوچ لے۔ یہ شخص اس کارپوریٹ روبوٹ سے زیادہ گھٹیا لگا تھا۔ اس نے اپنے براؤن بیلٹ ہونے کا پورا فائدہ اٹھاتے ہوئے ہاتھ کا ایک بھرپور پنچ بنا کر اس کے منہ پر مارا تھا۔ مسٹر حیات کو سمجھنے اور سوچنے کا وقت نہیں ملا تھا۔ جب تک وہ سنبھلا وہ وہاں سے باہر نکل آئی تھی۔ اسے بے حد غصہ آ رہا تھا سامنے پارکنگ میں ریان حق کی گاڑی دیکھ کر وہ رکی تھی۔ غصہ کہیں تو نکالنا تھا۔ اس نے ہیئر پن بالوں سے نکال لی تھی اور اس کی گاڑی کے ٹائروں کی ہوا نکال دی تھی اور ایک گہری سانس لے کر اطمینان سے چلتی ہوئی وہاں سے نکل آئی تھی۔ اپنے بیڈ پر خالی پیٹ لیٹے ہوئے اسے ایسا کرنے پر کوئی ملال نہیں تھا۔ نہ کوئی پچھتاوا رات کے کسی پہر نمرہ کی کال آئی تھی۔

''تم وہاں سے اتنی جلدی کیوں چلی آئیں؟ وہ بھی مجھے بنا بتائے بات ہوئی حیات صاحب سے۔ کیا کہا انہوں نے؟'' نمرہ اس کی سچی پکی خیر خواہ تھی۔ مگر بات فی الحال بن نہیں رہی تھی۔ شاید مسٹر حیات نے اسے پنچ والی بات نہیں بتائی تھی۔ تبھی وہ کہہ رہی تھی یہ سب۔

"کچھ نہیں ہوا نمرہ جاب حاصل کرنا اتنا آسان نہیں ہے تم تو جانتی ہو۔ایبی وے مدد کرنے کے لیے شکریہ تم بہت ساتھ دے رہی ہو میرا۔"

"تم نے کچھ کھایا بھی ہے کہ نہیں؟ پیسے......وہ تمہارے پاس پیسے نہیں ہیں نا، جانتی ہوں میں، میں کل آفس جانے سے پہلے......!"

"نہیں نمرہ اس کی ضرورت نہیں تھینکس تم پہلے ہی میر کافی مدد کر چکی ہو۔ مجھے خود کوئی راہ ڈھونڈنا ہوگی یہ مناسب نہیں تم فکر مت کرو۔میں نے کھانا کھا لیا تھا۔"

"کھا لیا تھا، کہاں سے؟" نمرہ چونکی تھی۔

"وہ میری لینڈ لیڈی کا آج اکیلے کھانے کا موڈ نہیں تھا تو اس نے بلا لیا۔کافی لذیذ پکوان بناتی ہے وہ۔" اس نے صاف جھوٹ بولا تھا۔وہ خوددار تھی۔انا پرست تھی یوں نہیں جھک سکتی تھی۔فون کا سلسلہ منقطع کرنے کے بعد اس نے کروٹ بدلی تھی اور سونے کی کوشش کرنے لگی تھی۔صبح اٹھی تھی تو ارادہ جاب ڈھونڈنے کے لیے نکلنے کا تھا۔تبھی کچھ دوستوں اور جاننے والوں کو میسج کر کے اپنے لیے جاب ڈھونڈنے کی ریکویسٹ بھی کی تھی۔وہ شاور کے لیے واش روم کی طرف بڑھ رہی تھی جب فون بجا۔اسے ایک امید کی کرن دکھائی دی تھی۔اجنبی نمبر دیکھ کر کال ریسیو کر لی تھی۔دوسری طرف کوئی خاتون تھیں اسے آواز کچھ جانی پہچانی سی لگ رہی تھی۔

"آپ اس وقت آفس آ سکتی ہیں ریان حق آپ سے ملنا چاہتے ہیں۔" یہ وہی ریسپشنسٹ تھی جس نے اسے اندر جانے سے روکا تھا اور جسے جھانسا دے کر وہ زبردستی ریان حق سے ملنے چلی گئی تھی۔ریان حق کیوں ملنا چاہتا تھا اس سے؟ اس کی سانس لمحہ بھر کو رکی تھی۔اوہ تو کہیں اس نے اسے اپنی گاڑی کے ٹائروں کی ہوا نکالتے دیکھ تو نہیں لیا تھا؟ اف خدارا اس نے اس کا کیا حشر کرنا تھا۔

اختیارات تو تھے اس کے پاس۔کہیں وہ اسے جیل کی ہوا کھانے ہی نا بھجوا دیتا۔اس کے لیے یہ کیا مشکل تھا۔مقامی بندہ تھا، امیر تھا کئی اختیارات تو رکھتا ہی تھا۔وہ ہی غصے میں پاگل ہو گئی تھی۔دھیان ہی نہیں رہا کہ کس سے الجھ رہی ہے۔مسٹر حیات کا غصہ بھی اس کی گاڑی پر نکال دیا۔اب ایک پل میں ہوش آیا تھا۔فون کا سلسلہ منقطع کر کے وہ کچھ دیر سوچتی رہی تھی۔

"نہیں، میں ریان حق سے ملنے نہیں جاؤں گی۔" اس نے فیصلہ کن انداز میں سوچا تھا اور واش روم میں گھس گئی۔ وہ سارا دن اس نے سڑکیں ناپتے ہوئے گزارا تھا۔ تبھی دن کے اختتام پر ایک دوست کا میسج موصول ہوا تھا۔

"میں ان دنوں ایک ریسٹورنٹ میں کام کر رہا ہوں۔ کوشش کر کے تمہارے لیے جگہ نکلوا سکتا ہوں۔ مگر ایسا فوری نہیں ہو سکتا کچھ انتظار کر سکتی ہو تو میں بات کروں۔"

کچھ امید کی کرن تو دکھائی دی تھی۔ چھوٹی جاب حاصل کرنا بھی کسی معرکے سے کم نہیں تھا۔ سو اس نے ہاں کر دی تھی۔ سروائیو کرنا تھا اور اب کوئی راہ تو دکھائی دی تھی۔ کچھ نا ہونے سے ہونا بہتر تھا۔ جان پہچان کے بنا یہ ممکن نہیں تھا۔ وہ تھکن سے چور گھر پہنچی تھی جب نمرہ کا فون آیا تھا۔

"میں نے اپنے ایک دوست سے کہا تھا تمہاری جاب کے لیے جاب بڑی نہیں ہے دو گھنٹوں کی ہے مگر تمہیں دو گھنٹوں کے پچیس پاؤنڈ ملیں گے۔ تمہیں ریسٹورنٹس کے مسالوں کو چھانٹ کر الگ الگ جار میں بھرنا ہے۔ بس اتنی سی جاب۔ مگر اس کی ٹائمنگ رات کی بھی ہو سکتی ہے۔ آج کل رات میں حملہ آوروں کے قصے عام ہیں۔ موبائل اور رقم چھیننے کے واقعات سامنے آ چکے ہیں۔ کچھ راہ گیر تو بری طرح زخمی ہو چکے ہیں۔ میں تمہیں اس جاب کو کرنے کا مشورہ نہیں دے سکتی۔ مگر......!" نمرہ نے آخر میں اک سوالیہ نشان چھوڑا تھا وہ تلخی سے مسکرا دی تھی۔

"یہ لندن شہر عجیب ہے۔ مقامی لوگ اسے فارنرز کی سٹی کہتے ہیں اور فارنرز یہاں کتے سے بدتر زندگی جیتے ہیں۔ میں ان گروہوں کے قصے پڑھ چکی ہوں۔ پریشان مت ہو۔ میں براؤن بیلٹ ہوں مارشل آرٹ سے واقف ہوں مجھ سے ٹکرانے والا خالی ہاتھ واپس نہیں جائے گا۔ میں یہ جاب ضرور کرنا چاہوں گی۔ نا ہونے سے ہونا بہتر ہے۔"

وہ اس تھوڑے کو بہت جان رہی تھی۔ کیونکہ اس نے سروائیو کرنا تھا۔ ایک مہینے کے سات ساڑھے سات سو پاؤنڈ کچھ برا نہیں تھا۔ وہ گھر کچھ تو بھجوا سکتی تھی۔ دو سو پاؤنڈز بھی شیئرنگ کمرے کے نکال کر بھی کچھ ہاتھ آ سکتا تھا۔ جب تک دوسرے ریسٹورنٹ کی بات ہوتی اور بنتی تب تک وہ فارغ رہنا نہیں چاہتی تھی۔ ایک اطمینان کی سانس لیتے ہوئے وہ اپنے کمرے میں آ گئی تھی۔ بیڈ پر لیٹتے ہوئے صبح کی کال یاد آ گئی تھی۔

یہ ریان حق کتنا عجیب بندہ ہے۔ کیا بگڑ جاتا اگر وہ مدد کر دیتا۔ وہ اس کی جاننے والی تھی نا کوئی رشتے دار وہ

صرف ہم وطن ہونے پر کتنی امیدیں لگا بیٹھی تھی اور وہ شخص بھی ایک کائیاں تھا اس نے صرف ٹاژوں کی ہوا ہی تو نکالی تھی اور اس نے باز پرس کرنے وہاں بلوایا تھا۔ خدا گنجے کو ناخن نہ دے۔ اس کے پاس دو پیسے کیا آگئے تھے یہاں اس سرزمین پر پیدا کیا ہو گیا خود کو خدا سمجھنے لگا تھا۔ کتنے عجیب ہوتے ہیں ایسے لوگ۔

وہ کتنی دیر سوچتی رہی تھی۔ دو بار ملی تھی اس بندے سے یا پھر تین بار مگر وہ کوئی خاص تاثر نہیں چھوڑ پایا تھا یا پھر وہی امپریسنڈ ہونے والوں میں سے نہیں تھی۔ تمام سوچوں کو ایک طرف رکھ کر وہ آنکھیں موند کر سونے کے جتن کرنے لگی تھی۔

❁......❁......❁

کچھ لوگ شاید دوسروں سے زیادہ حوصلہ رکھتے ہیں تبھی مشکلات بھی اتنی ہی وافر مقدار میں تعاقب میں رہتی ہیں۔ ایلیاہ میر نے ہوش سنبھالا تو اطراف کی کچھ سمجھ آنے لگی تھی۔ گھر میں ممی اور تین بھائی بہن تھے۔ پاپا کبھی کبھی آتے تھے۔ ممی سے ان کی دوسری شادی تھی۔ وہ اپنی پہلی بیوی کے ساتھ رہ رہے تھے سوان کے پاس زیادہ دیر نہیں ٹھہرتے تھے۔ آتے بھی تھے تو قیام مختصر ہوتا تھا۔ وہ گریجوایشن میں تھی جب خبر ہوئی اس کی نسبت بچپن سے پاپا نے اپنے بھانجے سے طے کر دی ہے اور اس کی شادی بھی اس سے ہونا قرار پائی ہے۔ اس کے ذہن میں کوئی خاص امیج نہیں تھا۔ اس نے خواب دیکھنا نہیں سیکھا تھا۔ حقیقت پسندی نے اسے خواب دیکھنے کی عادت پڑنے ہی نہیں دی تھی۔ ممی کو سخت محنت کر کے گھر چلاتے دیکھا تھا۔ وہ دو جابز کر رہی تھیں۔ پاپا گھر چلانے میں ان کی مدد نہیں کرتے تھے کہ ان کے اور دیگر بچے بھی تھے۔ پھوپھو جب بھی آتیں طنز کے تیر چلا جاتیں۔ شاید وہ انہیں اتنی پسند نہیں تھی یا پھر پسند ہوتی اگر وہ پاپا کی دوسری بیوی کی اولاد نہ ہوتی۔ سارا بھید شاید اس رشتے سے تھا۔ اسے ہمیشہ لگتا تھا وہ اور ممی پھوپھو کی پسندیدہ نہیں وہ اس رشتے کے لیے کوئی فیلنگز نہیں رکھتی تھی۔ بہت برف سا احساس تھا اس رشتے کا۔ حمزہ کو بھی اس سے شاید کوئی خاص انٹرسٹ نہیں تھا۔ تبھی وہ ضروری یا غیر ضروری رابطہ کرنے کی کوشش نہیں کرتا تھا نا ان میں زیادہ بات چیت ہوتی تھی۔ وہ ایک بار گھر آیا تھا تو ممی نہیں تھی۔ تبھی اس نے چائے کا پوچھا تھا۔ وہ کچھ دیر اس کو بغور دیکھتا رہا تھا پھر جانے کیوں مسکرا دیا تھا۔

جانے کیوں لگتا ہے تم کیکٹس کے پھول جیسی ہو۔ جسے دیکھو تو شاید خوشنما لگے ہیں مگر جس سے محبت نہیں ہو

سکتی۔" وہ پہلی بار تھا جب وہ اس کی آنکھوں میں دیکھ کر بولا تھا۔ وہ معنی سمجھ نہیں پائی تھی۔ پوچھ بھی نہیں پائی تھی۔ وہ کیوں اسے کیکٹس کے پھول سے ملا رہا تھا۔ محبت اتنی اذیت ناک تھی، یا بہت خوبصورت یا پھر اس سے محبت کا ہونا اتنا انوکھا اور نایاب تھا جیسے کیکٹس کا پھول؟ وہ اپنے طور پر معنی تلاشتی تھی۔ پہلی بار تھا جب اس نے محبت کا سوچا تھا۔ احساس ہوا تھا کہ محبت بھی کوئی شے ہوتی ہے۔ مگر وہ جو اس کا ہم سفر بننے جا رہا تھا اسے اس سے محبت نہیں تھی؟ اگر محبت نہیں تھی تو عمر ساتھ کیسے گزرتی۔ ایک عمر جب ایک لمحے کو سن کر اس کا دل گھٹن سے بھر گیا تھا۔ اس نے اپنی ممی کو راتوں کو اٹھ کر روتے دیکھا تھا۔ شادی اگر سمجھوتا تھی تو کیوں نباہ رہی تھیں وہ؟ کیونکہ وہ سہام میر سے محبت کرتی تھیں۔ پورا خاندان جب خلاف تھا تو سہام میر نے ان سے شادی کیوں کی تھی؟ وہ اس سوال کا جواب نہیں ڈھونڈ پائی تھی۔ مگر یہ بات اس نے محسوس کی تھی کہ وہ یا اس کی ماں سہام میر کی فیملی کی پسند کبھی نہیں تھیں۔ یہ رشتے مخالف سمت کیوں بہتے ہیں۔ اس کا پتا وہ کبھی نہیں لگا پائی تھی۔

وہ اس راز کی کھوج میں سوچتی رہتی تھی۔ مگر یہ سوچ اس روز تھمی جب پھوپھو کسی بات سے ممی سے الجھ پڑیں۔ جانے کیا بات ہوئی تھی وہ کالج سے واپس لوٹی تھی جب ممی کو اس نے روتے دیکھا اور اس کے بعد جب وہ گرنے کو تھیں اس نے خود آگے بڑھ کر ان کو اپنے بازوؤں میں تھاما تھا۔ کیا بات ہوئی تھی؟ کس بات کا صدمہ پہنچا تھا۔ وہ کس سے پوچھتی۔ اس کے بعد ممی تو ہوش میں ہی نہیں آئیں پندرہ دن تک وہ کوما میں رہیں اور پھر اسی دوران ان کی ڈیتھ ہو گئی۔ صدمہ کیا ہوتا ہے دکھ کسے کہتے ہیں؟ یہ بات اس نے پہلی بار اس شدت سے جانی تھی۔ وہ سرے ڈھونڈتی رہی تھی دکھ سے نمٹنے اور نبرد آزمانے کی کوشش کر رہی تھی۔ ممی گئیں تو ساری ذمہ داری اس کے کاندھوں پر ڈال گئیں۔ اپنی جگہ اسے کھڑا کر گئیں ممی کو کیسے لگا تھا وہ اتنی بڑی ذمہ داری نبھا سکتی ہے، وہ تو ابھی زندگی کے معنی بھی ٹھیک سے نہیں جانتی تھی۔ ابھی تو اسے ڈھنگ سے دنیا کی سمجھ نہیں آئی تھی پھر بھلا اتنی ساری ذمہ داریوں کو نبھانا۔ وہ ایسے محسوس کر رہی تھی جیسے کوئی پہاڑ اس کے سر پر آن پڑا ہوا۔ ممی کی موت کے بعد حمزہ سے صرف ایک بار بات ہوئی تھی۔ وہ اسے خاموشی سے دیکھتا رہا پھر بولا۔

"اس رشتے کا کوئی سرا ہاتھ نہیں آتا مجھے سمجھ نہیں آتا یہ آگے کیسے بڑھے گا، صائمہ مامی تمہیں اپنی جگہ کھڑا کر گئیں تم ساری عمر اب ان رشتوں کا بوجھ ڈھوتی رہو گی اور...... مجھے نہیں لگتا یہ مناسب ہے کہ......!" وہ کچھ کہتے کہتے رک گیا تھا۔

وہ سانس روکے اسے سن رہی تھی۔ جب وہ شاید اس کا خیال کر کے مسکرایا تھا۔

''تم بہت خوبصورت ہو اگر اچھی نہ لگو تو یہ عجیب ہوگا۔ محبت سے نابلد سہی مگر مرد کی آنکھ تو رکھتا ہوں اگر تم باعث کشش لگتی ہو تو اس سے انکار نہیں کر سکتا۔''

وہ مسکرائی نہیں تھی۔ وہ اگر مذاق بھی تھا تو بہت بھونڈا تھا۔ وہ بتانا چاہ رہا تھا کہ وہ اس رشتے کو آگے نہیں بڑھا سکتا کیونکہ اس پر ذمے داریوں کا بوجھ ہے۔ اس سے آگے اسے کچھ سنائی نہیں دیا تھا۔ وہ یہ بات فراموش نہیں کر سکتی تھی کہ وہ ایک لڑکی تھی، نا وہ یہ فراموش کر سکتی تھی کہ اس سے چھوٹے بہن بھائی اپنی ضرورتوں کے لیے اس کی طرف دیکھ رہے تھے۔ وہ بہت مشکل سے ممی کی دوست کی مدد سے ایک جاب ڈھونڈ پائی تھی۔ مگر اس کے لیے اسے اپنی تعلیم جاری رکھنا محال ہو رہا تھا۔ مگر اسے کچھ بھی کر کے خود کو آگے ضرور بڑھانا تھا کہ اگر اس کا سفر رک جاتا تو باقی سب کے خواب بھی منجمد ہو جاتے۔ باقی سب کے خوابوں کو پورا کرنے کے لیے اسکا خود اپنے قدموں پر کھڑا ہونا ضروری تھا۔

جانے کتنے دن گزرے تھے اس نے تو شمار کرنا ہی چھوڑ دیا تھا۔ اس روز الماری صاف کرتے ہوئے کچھ پیپر ہاتھ لگے تھے۔ اس نے کھول کر دیکھا تو ساکت رہ گئی تھی۔ وہ طلاق کے پیپر تھے۔ جن پر ممی کے سائن ہونا باقی تھے۔ تو کیا یہ وجہ تھی ان کی موت کی۔ تو کیا پھوپھو اس بات پر امی سے الجھ رہی تھیں اور کیا یہی وہ بات تھی جو ان کے کوما میں جانے کا باعث بنی تھی اور ان کی موت کا سبب بھی؟ وہ کئی لمحوں تک سوچتی رہی تھی۔ ممی کا چہرہ آنکھوں کے سامنے آیا تھا۔ اگر پھوپھو اور پاپا می کی موت کے ذمہ دار تھے تو وہ اس رشتے کو کیسے آگے بڑھا سکتی تھی جن رشتوں سے ممی کو اتنی تکلیف پہنچی وہ ان رشتوں کے ساتھ کیسے بندھ سکتی تھی؟ حمزہ کا لہجہ سماعتوں میں گھوما تھا۔

''جانے کیوں لگتا ہے تم کیکٹس کے پھول جیسی ہو۔ جیسے دیکھو تو خوش نما لگتا ہے مگر جس سے محبت نہیں ہو سکتی۔'' اس نے بہت آہستگی سے انگیجمنٹ رنگ انگلی سے اتاری اور دوسرے دن حمزہ کے آفس جا کر اس کے ہاتھوں میں تھما دی تھی۔ وہ حیران سا اسے دیکھنے لگا تھا۔

''مجھے شاید یہ بہت پہلے ہی کر دینا چاہیے تھا۔ مگر حقائق کو جاننے میں بہت دیر لگی مگر اب جان گئی ہوں۔ اس رشتے کی کوئی حقیقت نہیں۔ مگر سہام میرے یا اس سے وابستہ کسی بھی شخص سے کوئی رشتہ باقی نہیں رکھنا چاہتی۔

اگر یہ رشتہ باقی رہا تو شاید میرے اندر کی گھٹن بہت بڑھ جائے گی۔ میں ایک اور صائمہ افتخار کو جنم نہیں دے سکتی۔ جبکہ میں جانتی ہوں تم دوسرے سہام میر بننے میں ایک پل نہیں لو گے۔ جب سہام میر کے لیے میرے اندر ڈھیروں نفرت ہے تو میں اس سے وابستہ کسی رشتے کو محبت کیسے دے سکتی ہوں؟'' وہ سوالیہ نظروں سے اسے دیکھتی رہی پھر وہاں سے نکل آئی تھی۔ دو سال کھینچ تان کر کے نکالے تھے۔ می کی کچھ سیونگ تھی کچھ انشورنس تھی مگر وہ رقم ناکافی تھی۔ مگر اس سے اس نے نئی راہ ڈھونڈی می کی ایک دوست کی مدد سے اس نے دبئی میں جاب ڈھونڈ لی اور پھر وہاں منتقل ہو گئی تھی۔ حیرت کی بات تھی سہام میر نے اس کے بعد ان لوگوں سے کوئی رشتہ باقی نہیں رکھا تھا اور وہ سوچتی رہی تھی کہ اتنا بے حس کیسے ہو سکتا ہے۔ وہ ایک شوہر تھا۔ ایک مرد تھا اور ایک باپ بھی تھا۔ وہ اچھا مرد نہیں تھا۔ اچھا شوہر نہیں بن پایا تھا اور ایک اچھا باپ بھی نہیں بن پایا تھا۔ اس پر اسے کوئی شرمندگی بھی نہیں تھی۔ وہ کتنا بے حس تھا۔ اس کا اندازہ اسے ہو گیا تھا۔ شاید وہ اس سطح سے بھی نیچے جا سکتا تھا۔ می کے جانے کے بعد ددھیال اور ددھیالی رشتے داران کی زندگی سے خارج ہو گئے تھے۔ بس ایک خالہ تھیں جو دوسرے شہر میں رہتی تھیں۔ جب ملنے آتی تو گھر میں می کا احساس جاگنے لگتا تھا۔

''ماسو! جامی، شاہ اور تمنا کا خیال رکھا کریں ابھی بہت چھوٹے ہیں۔'' وہ فون پر بولی تھی۔

''چھوٹی تو تم بھی ہو الیاہ۔'' ندا ماسو نے احساس دلایا تھا وہ مسکرا دی تھی۔

''ہاں مگر میں سمجھ بوجھ رکھتی ہوں وہ نہیں رکھتے۔''

''تم فکر مت کرو۔ میں ان کا خیال رکھتی ہوں۔ تمہارے انکل سے کہہ کر اس شہر منتقل ہو جاؤں گی تا کہ قریب رہوں تو ان کو بھی حوصلہ رہے۔ ماسو نے کہا۔

''یہ ٹھیک رہے گا۔'' اس نے سراہا تھا۔

دبئی آ کر زندگی میں کچھ خوشحالی آئی تھی اگرچہ جاب بہت ٹف تھی مگر وہ اب اپنی پروا نہیں کرتی تھی نا اپنے بارے میں سوچتی تھی۔ وہ صرف اپنے سے وابستہ رشتوں کے لیے سوچتی تھی۔ تین سال سے اس نے دبئی میں جاب کی تھی پھر جانے کیوں انگلینڈ جانے کا خیال آیا تھا اور غلطی کہاں ہوئی تھی۔ اس نے اسٹوڈنٹ ویزا کے لیے اپلائی کیا تھا۔ یہی اس کی زندگی کا بدترین فیصلہ تھا۔ جس کے باعث آج اسے اور اس کی فیملی کو پریشانیوں کا سامنا

کرنا پڑ رہا تھا اسے یہ رسک نہیں لینا چاہیے تھا۔ وہ اپنے آپ کو اس فیصلے کے لیے موردِ الزام ٹھہرا رہی تھی۔ اس مہینے تو اس نے کچھ سیونگ نکال کر گھر بھجوا دی تھی اگلے مہینے کیا ہونا تھا؟ یہ سوالیہ نشان اس کا منہ چڑا رہا تھا۔

وہ سو کر اٹھی تھی تو سر بری طرح بھاری ہو رہا تھا۔ جسم میں جیسے انرجی نام کو نہیں تھی۔ لینڈ لیڈی نے دروازہ اپنی مخصوص دستک کے ساتھ بجایا تھا۔ تو اسے علم ہو گیا تھا وہ روم کے رینٹ کے بارے میں پوچھے گی۔ اس نے بہ مشکل اٹھ کر دروازہ کھولا تھا۔

لینڈ لیڈی رینٹ مانگ رہی تھی۔ اس نے جیسے تیسے انہیں قائل کر لیا تھا وہ ایک دو دن میں انہیں رینٹ ادا کر دے گی۔ دروازہ بند کر کے وہ دوبارہ آ کر بستر پر گر گئی تھی۔ یہاں کھانے کو نہیں تھا اور وہ رینٹ کہاں سے لاتی؟ ذہن بہت ماؤف تھا۔ جب اس نے نمرہ سے فون کر کے اس ریسٹورنٹ کی جاب کے بارے میں پوچھا تھا۔

''ہاں سوری میں بتا نہیں سکی کچھ بزی رہی تم شام میں جوائن کر سکتی ہو۔ تمہارے کام کی پیمنٹ تمہیں ملے گی۔'' نمرہ نے ایک اچھی خبر دی تھی۔ اس کا جسم حرارت سے تپ رہا تھا۔ مگر ایک لمحے میں جیسے نئی جان بھر گئی تھی۔ وہ اٹھی اور تیار ہو کر نمرہ کی طرف سفر کرنے لگی۔ اس سے پتا لینا تھا اور روم کا رینٹ بھی کہ لینڈ لیڈی اس سے زیادہ انتظار نہیں کر سکتی تھی اور نہ وہ زیادہ بھوک برداشت کر سکتی تھی۔ اس دن اس نے کئی دنوں بعد پیٹ بھر کر کھانا کھایا تھا۔ اب پیسے ملنے کی امید تھی تو وہ قرض بھی لے سکتی تھی۔ ورنہ مانگنا بھی عجیب لگ رہا تھا۔ شام میں وہ ریسٹورنٹ گئی تھی۔ بہت بڑا ریسٹورنٹ نہیں تھا مگر اسے صرف پیسوں سے مطلب تھا۔ اس کے ہاتھ 25 پاؤنڈ ہی سہی کچھ تو آنے والا تھا۔

اس رات وہ کام ختم کر کے ریسٹورنٹ سے نکلی تھی جب ایسٹ لندن کی گلیوں سے گزرتے ہوئے کچھ سیاہ فام گروہ کے بندوں نے اسے آن لیا تھا۔ وہ لڑکی تھی رات کا اندھیرا تھا اس پر اتنی بڑی مصیبت کہ اس کی جیب میں پیسے تھے جو اسے آج ہی ملے تھے اور وہ انہیں گنوانا نہیں چاہتی تھی۔ وہ کوئی بدمزگی نہیں چاہتی تھی تبھی موبائل فون نکال کر ان کے ہاتھ پر رکھ دیا تھا۔ مگر وہ مزید ڈیمانڈ کرنے لگے تھے۔ وہ الجھنا نہیں چاہتی تھی مگر اس وقت چارہ نہیں رہا تھا۔ اگرچہ ان کے ہاتھ میں چاقو تھے وہ تین تھے اور وہ تنہا۔ اس نے گھوم کر ایک فلائنگ کک ایک کو رسید کی تھی مگر تبھی دوسرے دو نے اسے دبوچ لیا تھا۔ وہ ہٹے کٹے تھے وہ بے بس ہو گئی تھی۔

اسٹریٹ کی لائٹ کی روشنی میں اس نے نگاہ سے کچھ پرے دیکھا۔

دور سے کسی گاڑی کی ہیڈ لائٹس دکھائی دی تھی۔ایک لمحے میں وہ روشنی آنکھیں چندھاتی ہوئی قریب پہنچی تھی۔گاڑی کے ٹائر چرچرائے تھے۔وہ آنکھوں پر کلائی رکھ کر آنکھوں کو روشنی کے اثر سے بچانے لگی تھی۔جب اسے کسی کے بھاگتے قدموں کی آواز سنائی دی تھی۔اس نے آنکھیں کھول کر دیکھا وہ نائیجرین گروہ کے لوگ اس سے دور نکل چکے تھے اور ایسا کیسے اور کس باعث ممکن ہوا تھا؟ اس نے اپنے سامنے نگاہ کی تھی اسے اپنی آنکھوں پر یقین نہیں ہوا تھا۔کوئی اس کی مدد کو پہنچ چکا تھا اور وہ کوئی اور نہیں ریان حق تھا۔اسے اپنی آنکھوں پر لمحہ بھر کو یقین نہیں ہوا تھا۔وہ جھک کر اسکا گرا ہوا موبائل فون اٹھانے لگا تھا۔پھر سیدھے کھڑے ہو کر اس کی جانب دیکھا تھا۔

''اس وقت مٹر گشت کا شوق اچھا نہیں۔رت جگوں اور آوارہ گردی کا اتنا ہی شوق ہے تو دن کافی لمبا ہوتا ہے۔'' وہ انگارے چباتا ہوا بولا تھا۔اس شخص سے اس کی کسی قسم کی دشمنی تھی وہ جان نہیں پائی تھی۔مگر یہ غصہ اگر ٹائر زکی ہوا نکالے جانے کا ری ایکشن تھا تو اسے جھیلنا چاہیے تھا۔

''مجھے راتوں کو سڑک پر گھومنے کا کوئی خاص شوق نہیں ہے آپ......!'' اس نے کچھ کہنے کی ہمت کی ہی تھی کہ ریان حق نے اس کے لبوں پر اپنا بھاری ہاتھ رکھ دیا تھا۔

''کوئی نئی کہانی نہیں سننا ہے مجھے گاڑی میں بیٹھو۔'' وہ تحکم بھرے انداز میں بولا تھا اور وہ حیران رہ گئی تھی۔ وہ اس پر اس طرح رعب جما رہا تھا جیسے اس سے گہرا تعلق ہو۔وہ اس شخص کو گھورتی ہوئی اس کا ہاتھ اپنے لبوں سے ہٹا کر یکدم آگے بڑھی تھی اور گاڑی میں بیٹھ گئی تھی۔وہ دوسری طرف سے گھوم کر ڈرائیونگ سیٹ پر آن بیٹھا تھا۔ایلیاہ میر اس کی سمت دیکھنا نہیں چاہتی تھی۔

''اس روز آفس بلایا تھا تو آئیں کیوں نہیں آپ؟'' وہ بنا اس کی سمت دیکھے بولا تھا۔وہ سبب جانتی تھی تبھی بولی تھی۔

''کیوں آتی تا کہ اپنا بدلہ پورا کر سکتے؟''

''بدلہ؟'' وہ چونکا۔ایلیاہ میر نے اس شخص کی سمت نگاہ کی خاموشی سے دیکھا پھر بولی تھی۔

''آپ کے ٹائرز کی ہوا......!'' وہ جذباتی انداز میں بولتے بولتے رک گئی تھی۔

''وہ، تو وہ آپ تھیں؟ مجھے بھی لگا اچانک سے اس شہر میں کون دشمن آ گیا۔'' وہ سرسری انداز میں بولا۔ ایلیاہ نے اپنا سچ اپنے منہ سے بتا کر غلطی کی تھی۔ اگر اسے پتا نہیں تھا تو کیا ضرورت تھی بتانے کی کتنی بے وقوف تھی نا؟ اس نے خود کو ڈپٹا تھا۔

''ویسے مجھے سمجھ جانا چاہیے تھا کہ ایسی کوئی حرکت آپ ہی کر سکتی ہیں۔'' وہ اس کی سمت دیکھے بنا بولا تھا۔ وہ اسکی سمت سے اپنی نظریں ہٹا گئی تھی۔

''مجھے ایسا کوئی شوق تو نہیں ہے بس اس رات غصہ تھا اور آپ کو بھلا کیا فرق پڑا ہوگا ایک ذرا سی ہوا ہی تو نکالی تھی نا ٹائرز کی۔ ٹائر یا گاڑی تو نہیں چرائی۔ اتنا کمایا ہے ٹائرز کی ہوا بھروانے میں کیا گیا ہوگا آپ کا؟'' وہ ازلی خوداعتمادی سے بولی۔ وہ جانے کیوں بغور دیکھنے لگا تھا اس کی سمت۔

''تمہیں دنیا کے سارے امیروں سے اتنی ہی نفرت ہے؟''

''سبھی امیروں سے نہیں۔'' وہ اسکی سمت بنا دیکھے بولی تھی۔

''اوہ تو پھر عتاب کا نشانہ مجھے کیوں بنا دیا؟'' وہ جاننے پر بضد ہوا۔

''اچھا ہوتا میں آپ کو نہ بتاتی آپ کو تو شاید قیامت تک پتا نہ چلتا کہ یہ میں نے کیا ہے۔ بے وقوف ہوں نا اپنے ہاتھوں بھانڈا پھوڑ دیا۔ کیا کروں جھوٹ بولا ہی نہیں جاتا۔ انسان ہوں نا، وہ بھی سینسٹیو اگر کوئی کارپوریٹ روبوٹ ہوتی تو شاید......!'' وہ پورے اعتماد سے اس کی سمت دیکھنے لگی تھی۔

''آہ آپ کو میں روبوٹ لگتا ہوں؟ اچھا خاصا آدمی ہوں اگر اس روز آپ کو اپنی کمپنی میں جاب نہیں دے سکا تو اس کا مطلب یہ نہیں میں ان سینسٹیو ہوں۔'' وہ جتاتے ہوئے بولا تھا۔ ایلیاہ میر نے اس کی سمت دیکھا تھا۔ اچھا خاصا ہینڈسم بندہ تھا۔ اس نے پہلی دو چار ملاقاتوں میں تو اس بات کا نوٹس بھی نہیں لیا تھا۔ اب دیکھا تھا تو کچھ امپریسڈ ہو ہی گئی تھی۔ نک سک سے تیار، رات کے اس پہر بھی فریش دکھائی دیتا بندہ، کاش اسے جاب بھی دے دیتا تو کیا بگڑ جاتا......! دل سے آہ نکلی تھی۔

''ایسے کیا دیکھ رہی ہیں؟'' وہ پوچھنے لگا تھا۔

''مجھے فرق نہیں پڑتا اس بات سے۔'' وہ شانے اچکا کر بولی تھی۔

''مگر مجھے فرق پڑا،اس رات آپ نے مسٹر حیات کو وہ زوردار پنچ مارا کیونکہ اس کے بعد انہیں اسپتال لے جانا پڑا تھا۔ بے چارے کی ناک کی ہڈی ٹوٹتے ٹوٹتے بچی تھی۔ پورا منہ سوج گیا تھا۔ یہ تو شکر کہ انہوں نے جھوٹ کہہ دیا کہ واش روم میں گر گیا ہوں ورنہ پولیس کیس بن جاتا اور اگر اس بات کی بھنک ان کی وائف کو پڑ جاتی تو خوامخواہ بے چارے کا بسا بسایا گھر اجڑ جاتا۔'' وہ اس کی سمت دیکھے بنا بولا تھا۔ وہ چونکتے ہوئے اسے دیکھنے لگی۔ اس پنچ کے بارے میں اسے کیسے پتا چلا تھا؟ وہ حیران تھی۔

''حیران ہونے کی ضرورت نہیں شہر بڑا ہے مگر بات پتا چل ہی جاتی ہے اگر میں اس پارٹی میں نہ بھی ہوتا تو مجھے خبر ہو جاتی۔ اس رات تو پھر اس جگہ موجود تھا اور کچھ فاصلے پر بھی۔'' وہ جتا رہا تھا۔

''اوہ، بہت بری بات ہے اس طرح دوسروں کی خبر لینے کی ویسے آپ یہ ہاتھ دھو کر میرے پیچھے کیوں پڑ گئے ہیں کوئی SPY تو نہیں اور آپ لوگوں کی عادت ہے نا ہر دوسرے پاکستانی پر شک کرنے کی؟'' وہ تپ کر بولی تھی۔

''عجیب خاتون ہیں آپ بجائے تھینکس کہنے کے الٹا مجھے لتاڑ رہی ہیں۔ مجھے آپ کے پیچھے پڑنے کی ضرورت نہیں اس کے لیے شہر کی پولیس ہے۔'' وہ لاتعلق لہجے میں بولا تھا۔

''اوہ تو پھر آپ کو صرف یہ قلق ہے کہ میں نے تھینکس کیوں نہیں کہا۔ اوکے تھینکس اگر آپ اس رات جھوٹ نہیں بولتے تو میں جیل میں ہوتی نا اور مسٹر حیات کو کیا سزا ملتی؟''

''آپ جو نہیں ہوا اس کے بارے میں کیوں سوچ کر جان جلاتی ہیں؟ مسٹر حیات بااثر و بارسوخ شخصیت ہیں۔ ان کا ایک بیان کافی ہے۔ آپ یہ سوچ رہی ہیں کہ انہوں نے آپ کو کوئی غلط پروپوزل دیا مگر وہ یہ بھی کہہ سکتے تھے کہ آپ نے ان کو آسورٹ کرنے کی کوشش کی اور آپ اس سے کبھی باہر نہیں نکل سکتی تھیں۔ وہ یہاں کے سٹیزن ہیں۔ کئی گنا کما کر دیتے ہیں، ٹیکس پے کرتے ہیں آپ کیا کرتی ہیں؟''

''اوہ......!'' وہ حقائق بتائے جانے پر اس کی سمت خاموشی سے دیکھنے لگی تھی۔ یہ سب تو اس نے سوچا نہیں تھا۔ اسے تو بس غصہ آیا تھا اور اس نے پنچ کھینچ مارا تھا۔

''ہر بات کا علاج یا حل صرف غصہ نہیں ہوتا خاتون۔'' مشورہ دیتے ہوئے بولا تھا۔

”ایلیاہ میر۔“ وہ اسے خاتون بلاتے دیکھ کر بولی تھی۔

”آپ مجھے مس میر بلا سکتے ہیں۔“ وہ ہنوز اپنے فطری ایٹی ٹیوڈ سے بولی تھی۔ ریان حق نے لمحہ بھر کو اسے دیکھا تھا پھر گردن گھما کر ونڈ اسکرین کی سمت دیکھنے لگا تھا۔

”اوکے ایلیاہ......!“ وہ شخص شاید نشاندہی کیے گئے راستوں پر چلنا مناسب خیال نہیں کرتا تھا۔ اسے اپنی راہ بنانے کی عادت تھی شاید اسے خود کو صرف ایلیاہ بلائے جانے پر کچھ زیادہ حیرت نہیں ہوئی تھی۔

”آپ اپنے طور پر کچھ بھی اخذ کر لیتے ہیں۔ میں اس وقت جاب ختم کر کے واپس آئی ہوں جب راستے میں اس گروہ نے گھیر لیا۔ آپ پتا نہیں کیا سمجھ بیٹھے اور......!“ وہ مطلع کرتے ہوئے بولی تھی۔ حالانکہ وہ اسے کوئی صفائی دینے پر مجبور نہیں تھی۔ پھر جانے کیوں بتانا ضروری خیال کیا تھا۔ وہ شخص ونڈ سکرین سے گردن ہٹا کر اس کی سمت دیکھنے لگا تھا۔ شاید یہ بات اس کے لیے سرسری اور انتہائی غیر اہم تھی۔

”اینی وے تھینکس اس رات مسٹر حیات کے معاملے میں جھوٹ بولنے کے لیے اور آج کی شب اس گروہ سے جان بچانے کے لیے۔ میری پاکٹ میں صرف 175 پاؤنڈ تھے جو میرے کام کی ویکلی پے منٹ تھی۔ اگر یہ چلے جاتے تو میری کئی امیدیں بھی چلی جاتیں۔ کہنے کو یہ بہت معمولی رقم ہے مگر میرے لیے یہ بہت بڑی رقم ہے۔“ وہ سر جھکا کر کہہ رہی تھی۔ وہ لڑکی بلا کی پر اعتماد تھی۔ خود اعتماد اور خوددار بھی۔ اس کے چہرے میں کچھ تو تھا کہ وہ لیا دیا رہنے والا شخص بھی اسے ایک پل کو دیکھتا رہا تھا۔ تبھی ایلیاہ میر نے نگاہ اٹھائی تھی۔ اسکی سمت دیکھا تھا۔ نگاہ ایک پل کو ملی تھی۔ وہ جانے کیوں جھجک کر نگاہ پھیر گئی۔ گاڑی اس کے گھر کے سامنے رکی تھی تو وہ چونکی تھی۔

”آپ کو کیسے پتا چلا کہ میں یہاں رہتی ہوں؟“ وہ چونکی۔ وہ دیکھتا رہ گیا۔ کوئی جواب نہ پا کر وہ خاموشی سے گاڑی سے اتر گئی۔ ریان تب تک کھڑا رہا جب تک وہ دروازے تک نہیں گئی۔ ایلیاہ میر نے جانے کیوں دروازے کا ہینڈل گھمانے سے پہلے پلٹ کر پیچھے دیکھا۔ وہ شخص اس کی سمت دیکھ رہا تھا۔ کیا وہ صرف اس کے خیال سے رکا ہوا تھا؟ ایلیاہ کے پلٹ کے دیکھنے پر وہ قطعاً اجنبی بن کر نگاہ پھیر گیا اور گاڑی آگے بڑھا کر لے گیا تھا۔ ایلیاہ میر نے ایک گہری سانس خارج کی تھی اور اندر بڑھ گئی۔

✿......✿......✿

کھائے پیے پیٹ اٹھو تو صبح اتنی بے نور نہیں لگتی۔ جبکہ اس بات کی امید بھی ہو کہ اس دن کے آغاز کے بعد بھوکا نہیں سونا پڑے گا۔ اس نے بھوکا سونے اور اٹھنے کا تجربہ کیا تھا۔ ایک دن نہیں کئی دنوں تک سو وہ اس سکون اور اطمینان کو محسوس کر سکتی تھی۔ اندر ایک سکون والی کیفیت تھی۔ وہ کھڑکی کھولے دیر تک طلوع ہوتے سورج کو دیکھتی رہی تھی۔ لندن میں بہت کم دن سورج والے ہوتے تھے مگر گرمیوں میں کافی پرفیکٹ سمر ٹائم ہوتا تھا۔ رات نو بجے تک سورج نہیں ڈوبتا تھا۔ جبکہ سردیوں میں دن کے تین بجے ہی اندھیرا ہو جاتا تھا۔ یہ دن بہار کے تھے اور سمر کے آغاز کا اسے یہ موسم بہت بھلا لگ رہا تھا۔ اس نے آئینے میں خود کو بغور دیکھا تھا۔ برش کرتے ہاتھ رک گئے تھے۔ وہ کافی لین ہو گئی تھی۔ جب دبئی میں تھی تو دعوتیں اڑا اڑا کر اور ریسٹورنٹس کے کھانے کھا کھا کر اچھی خاصی صحت بن گئی تھی۔ لندن آنے کے بعد تو وہ پیٹ بھر کر کھانا تک بھول گئی تھی۔ تبھی کہتے ہیں دور کے ڈھول سہانے جو بھگتے وہی جانے۔ وہ اتنے دنوں میں پہلی بار مسکرائی تھی۔ جیب میں کچھ پاؤنڈ کا ہونا بھی کافی اطمینان دے رہا تھا۔

''میں نے بھوک کے احساس کو کبھی نہیں جھیلا تھا۔ اب پتا چلا یہ احساس اندر کتنا مارتا ہے اور اس سے زیادہ اس بات کا احساس کہ دوسروں کے رزق کا سبب کیسے اور کس طرح بنے گا۔ مجھے خود کھانے سے زیادہ دوسروں کو کھلانے کی فکر تھی۔'' وہ نمرہ کے ساتھ چلتی ہوئی بولی تھی۔ نمرہ مسکرا دی تھی۔

''چلو شکر ہے تمہیں یہ چھوٹی سی جاب ہی ملی مجھے بہت فکر ہو رہی تھی ارے ہاں یاد آیا تم مسٹر حیات سے ملی تھیں۔ انہوں نے کیا کہا؟''

''کچھ نہیں، وہ کافی بڑے بندے ہیں اور اس وقت مجھے بڑی جاب کی نہیں چھوٹی جاب کی ضرورت ہے۔'' وہ طنز سے بولی تھی۔ نمرہ کچھ سمجھی نہیں تھی۔

''کیا مطلب؟''

''کچھ نہیں۔''

''اور میں نے تمہیں بتایا نہیں بے چارے واش روم میں گر گئے تھے۔ اچھی خاصی ناک زخمی ہو گئی۔''

''اوہ، کافی گرے ہوئے آدمی معلوم ہوتے ہیں اینی وے میں چلتی ہوں، اگر کوئی صبح کی جاب کا بندوبست

ہو سکے تو پلیز انفارم کر دینا۔ میں صرف دو گھنٹوں کی جاب پر اکتفا نہیں کرنا چاہتی۔"

"لیکن تم تو اسٹوڈنٹ ہو نا۔ پارٹ ٹائم ہی جاب کر سکتی ہوں۔" نمرہ نے جتایا تھا۔

"تم بھول رہی ہو۔ میں اپنی تعلیم ختم کر چکی ہوں۔"

"ٹھیک ہے میں کوشش کروں گی۔ فی الحال میرے پیسے لوٹانے کی کوشش مت کرنا۔ تمہیں اور بھی کئی ضرورتیں ہوں گی۔" نمرہ نے خیال کر کے بولا تھا۔ وہ سر ہلا کر ٹیوب کی طرف بڑھ گئی تھی۔

✿......✿......✿

خواب بننے کی عمر نہیں ہوتی۔ مگر اس نے اس عمر میں بھی خواب نہیں بنے تھے۔ جب اسے خواب بننے تھے۔ جب موسم بھی تھا اور زمین بھی زرخیز تھی۔

"کوئی کوئی آنکھیں خواب بننے کے لیے ہوتی ہیں۔" اس نے سوچا۔

"جانے کیوں تم کو دیکھ کر لگتا ہے تم کیکٹس کا پھول ہو۔ جسے دیکھو تو شاید خوش نما لگے مگر جس سے محبت نہیں ہو سکتی۔" کوئی گمنام سماعتوں میں گونجا تھا۔ وہ چلتے چلتے کسی سے بے طرح ٹکرا گئی تھی۔ سوچتے ہوئے چلنا اور چلتے ہوئے سوچنا۔ کبھی کبھی واقعی خطرناک ہو سکتا تھا اس نے سنبھلتے ہوئے سوچا تھا۔ سر اٹھا کر دیکھا اسے گرنے سے بچانے کی سعی کرتا ہوا کوئی اسے تھامے کھڑا تھا۔ وہ بے طرح چونک پڑی تھی۔

"ریان حق......!" اس نے اپنی نظروں کے سامنے کھڑے شخص کو باقاعدہ پکارا تھا۔

"اوہ آئی ایم سوری مجھے دھیان نہیں رہا۔"

"کبھی اپنے دھیان سے باہر آ کر بھی دیکھا کریں۔ اس جہاں سے باہر بھی ایک دنیا ہے۔"

"اوہ آپ کے پروگرام میں کسی کی پروا کرنا بھی ہے؟" وہ طنز کرتے ہوئے مسکرائی تھی۔

"کیا مطلب؟" وہ چونکا تھا۔

"کچھ نہیں۔" ایلیاہ میر نے سر نفی میں ہلا دیا تھا۔

"میرے ساتھ چلو۔" وہ تحکم بھرے لہجے میں بولا تھا۔ وہ دوسری بار چونکی۔

"کہاں...... کیوں۔" وہ بنا سوچے سمجھے بولی تھی۔ وہ بجائے اسے مطلع کرنے کے اس کا ہاتھ تھام کر اسے

گاڑی میں بٹھا کر ریسٹورنٹ میں لے آیا تھا۔ وہ اس کی ہمت پر حیران رہ گئی تھی۔ جس طرح وہ بدستور اس کی کلائی تھامے ہوئے تھا اس پر وہ چونکتے ہوئے اسے دیکھنے لگی اس لمس سے کوئی خاص احساس ہوا تھا۔ کچھ خاص تھا جو اس سے پہلے محسوس نہیں ہوا تھا۔ وہ جو ویٹر کو مینیو آرڈر کر رہا تھا اس کی سمت دیکھنے لگا۔ پھر احساس ہوا تھا کہ اس کا ہاتھ بدستور اس کے ہاتھ میں ہے تبھی اس کی کلائی کو بہت آہستگی سے چھوڑ دیا تھا۔ ''ہم یہاں کیوں آئے ہیں؟'' وہ ایسی مراعات کی عادی نہیں تھی۔ تبھی بولی تھی۔

''تم سے ضروری بات کرنا تھی۔ اگر تمہیں برا لگ رہا ہو تو اس کھانے کا بل پے کر سکتی ہو۔'' وہ شگانے اچکا کر بولا تھا۔ وہ خاموشی سے اسے دیکھنے لگی تھی۔

''اوہ اب یہ مت سمجھنا کہ میں تمہاری غربت کا مذاق اڑا رہا ہوں۔ یا تم پر کوئی چوٹ کر رہا ہوں۔ میں مذاق کر رہا تھا۔ میرے پروگرام میں مذاق کرنا شامل ہے۔'' وہ اسے جتاتے ہوئے بولا تھا۔

''تم نے کبھی کیکٹس کا پھول دیکھا ہے؟'' وہ بولا تو وہ بری طرح چونکی تھی۔ مگر وہ بہت رسانیت بھرے لہجے میں کہہ رہا تھا۔

''تمہیں دیکھ کر جانے کیوں میں اس کیکٹس کے پھول کا دھیان آجاتا ہے۔ جو بے پناہ مصائب میں گھرا ہونے کے باوجود بھی جینے کے لیے مائل دکھائی دیتا ہے اور اپنے اندر ایک بے خوفی رکھتا ہے۔ میں نے کل اپنے گارڈن میں ایک کیکٹس کا پھول دیکھا تھا۔ مجھے اس کی خوبصورتی دیکھ کر جانے کیوں تمہارا خیال آگیا۔ تم اس پھول کی طرح بے فکر ہو، نڈر رہو اور حوصلہ مند بھی۔ تم تمام حقائق سے لڑ کر بھی کھلنے کا ہنر جانتی ہو اور......!'' وہ ایک ٹک اسے دیکھ رہی تھی۔ جب وہ چونکا۔ شاید وہ بہت زیادہ کہہ رہا تھا۔ وہ رک گیا تھا ویٹر کھانا سرو کر گیا تھا۔ اس نے کھانے کی طرف اشارہ کیا تھا۔ مگر ایلیاہ میر نے نفی میں سر ہلا دیا تھا۔

''مجھے بھوک نہیں ہے۔'' ریان حق نے بغور اس چہرے کو دیکھا تھا جانے کیوں وہ اسے کچھ اداس لگی تھی۔

''تمہیں اچھا نہیں لگا جو میں نے کیا یا جس طریقے سے کیا؟'' وہ سوالیہ نظروں سے اسے دیکھنے لگا تھا۔ ''میں صرف تمہاری ہمت کو سراہ رہا تھا اور......!''

''نہیں ایسی بات نہیں ایسے ہی لفظ کسی اور نے بھی کہے تھے مگر ان لفظوں میں زیادہ کچھ واضح نہیں تھا۔ مجھے

حیرت ہے دو لوگ ایک ہی طرح کی بات کیسے کر سکتے ہیں؟" نظریں نیچی کیے بولی تھی۔

"کون...... کس نے کہا تھا ایسا؟" وہ چونکا تھا۔

"میرے فیانسی نے۔" وہ کہہ کر لب بھینچ گئی تھی۔

"اوہ۔" وہ اپنا پورا دھیان اس پر سے ہٹا گیا تھا۔"سو کب شادی کر رہی ہیں آپ؟ ساری تگ و دو اسی لیے ہے۔" وہ اس کی اسٹرگل کے لیے بات کر رہا تھا۔

"نہیں۔" وہ پرسکون انداز میں بولی تھی۔"وہ میری زندگی سے کب کا خارج ہو چکا ہے اور یہ چیپٹر میں نے خود کلوز کیا تھا۔ یہ انگیجمنٹ میں نے خود ختم کی تھی۔"

"کیوں......" وہ پوچھنے لگا تھا۔ ایلیاہ میر نے اسے دیکھا تھا۔

"میں اس پر بات کرنا مناسب خیال نہیں کرتی۔ مگر اتنا بتا سکتی ہوں کہ یہ تمام اسٹرگل میری فیملی کے لیے ہے۔ میرے چھوٹے بہن بھائیوں کے لیے جواب میری ذمہ داری ہیں۔"

"اوہ۔" وہ کہتے ہوئے اسے کھانے پر مائل کرنے لگا تھا۔ ایلیاہ میر نے صرف سوپ لیا تھا۔

"سو مجھے لگا کہ آپ بہادر ہیں۔ یہ آپ کی بہادری کا تیسرا ثبوت ملا اب تک۔ شواہد کافی گہرے ہیں۔" وہ مسکرایا تھا۔

"تیسرا ثبوت۔" وہ چونکی تھی۔

"پہلا میرے آفس میں گھس کر، دوسرا مسٹر حیات کو پیٹ کر اور تیسرا اس گروہ سے نمٹتے ہوئے اور...... اوہ سوری یہ تو چوتھا ثبوت بن گیا۔" وہ اسے مسکرانے پر اکساتے ہوئے بولا تھا۔ شاید وہ اس کے چہرے پر مسکراہٹ لانا چاہتا تھا۔ وہ مسکرا دی تھی۔ وہ بغور اس کے چہرے کو دیکھنے لگا تھا۔ پھر آہستگی سے بولا۔

"میں دیکھنا چاہتا تھا اگر کوئی پھول مسکرائے تو کیسا لگ سکتا ہے۔ میں نے کیکٹس کے پھول کو مسکراتے ہوئے نہیں دیکھا۔" وہ مدہم لہجے میں کہہ رہا تھا۔ ایلیاہ میر اپنے لب بھینچ گئی تھی اور سوپ پینے لگی تھی۔

"تمہاری ریسٹورنٹ کی جاب کیسی جا رہی ہے؟" وہ مدعا پر آتا ہوا بولا تھا۔

"ٹھیک، مگر میں نے نمرہ سے ایک اور جاب ڈھونڈنے کے لیے بھی کہہ دیا ہے۔ میں صبح میں فارغ ہوتی

ہوں تو وقت بھی اویل کر سکتی ہوں۔" وہ مدھم لہجے میں بولی تھی۔

"تو ٹھیک ہے پھر آپ صبح ہی جاب جوائن کر سکتی ہیں۔" اس نے اچانک کہا۔

"صبح...... کیسے، میرے پاس ابھی صبح کے لیے کوئی جاب نہیں ہے۔" وہ جتاتے ہوئے بولی تھی۔

"میرے گھر میں ہاؤس کیپر کی جاب کرو گی؟" وہ پوچھ رہا تھا۔ وہ چونکی تھی۔

اتنے مشکل حالات کے بعد اب برا وقت جیسے اپنے پر سمیٹ رہا تھا۔ اسے تعرض سے کام نہیں لینا چاہیے تھا۔ اس کے پاس کوئی آپشن نہیں تھا اور انکار کر کے وہ اس موقع کو گنوانا نہیں چاہتی تھی۔ تبھی سر اثبات میں ہلا دیا تھا۔ اسی شام وہ سامان پیک کر کے ایسٹ لنڈن سے Belgravia آ گئی تھی۔ جو لندن کا ہی ایک امیر ترین رہائشی علاقہ تھا۔

اس نے شاید ویسا گھر اپنی پوری زندگی میں نہیں دیکھا تھا۔ وکٹوریہ جو دیگر امور سنبھالنے پر مامور تھی نے اسے پورا گھر دکھا دیا تھا اور پھر اسے اس کی جاب سمجھائی تھی۔ ریان حق نے اسے نہیں بتایا تھا کہ وہ اسے کتنا پے کرنے والا ہے۔ مگر اسے امید تھی کہ اس سے اتنا مل سکے گا کہ وہ اپنے بہن بھائیوں کے لیے ایک معقول رقم گھر بھجوا سکے۔ اس شام ندا ماسو سے بات ہوئی تھی۔

"مجھے سن کر خوشی ہوئی تم نے ایک اچھی جاب حاصل کر لی ہے۔ انتھک محبت کرنے والوں کی اللہ بھی مدد کرتا ہے۔ مگر ایلیاہ تم اس طرح خود کو اگنور مت کرو۔"

"میں کہاں خود کو اگنور کر رہی ہوں ماسو۔" وہ مسکرائی تھی۔ "آج کل تو خوب پیٹ بھر کر کھانے لگی ہوں۔ یہاں کھانا اور رہائش فری ہے۔ سو پہلے کی طرح وہ لڑکیوں کے ساتھ ایک روم بھی شیئر نہیں کرنا پڑتا اور میں جو جی چاہتا ہے کھاتی ہوں۔ ان فیکٹ یہاں آ کر تو میرا ویٹ بھی ایک پاؤنڈ بڑھ گیا ہے۔" وہ ہنسی تھی۔

"میرا مطلب وہ نہیں ایلیاہ تمنا ڈاکٹر بننے جا رہی ہے اور جامی بھی اپنا تعلیمی سفر کامیابی سے کر رہے ہیں میں بھی ان کی دیکھ بھال کے لیے یہاں موجود ہوں۔ تم اپنے بارے میں کیوں نہیں سوچتیں؟ اب تو حمزہ سے سلسلہ ختم ہوئے بھی کئی سال ہو گئے۔ بیٹا تم اپنی زندگی کی راہ تلاش کرنے میں عار مت جانو۔ اچھی زندگی جینے کا حق ہے تو خواب دیکھنے سے ہچکچاؤ مت۔"

''ماسو جانے دیں نا بقول حمزہ کے میں کیکٹس کا پھول ہوں۔ شاید اسے میرے اردگرد زیادہ ہی کانٹے دکھائی دیتے تھے۔'' وہ ہنسی تھی۔ ''ویسے فی الحال میں اپنا سوچنا نہیں چاہتی سب کی تعلیم مکمل ہو جائے۔ اپنے اپنے پیروں پر کھڑا ہو جائیں تو سوچوں گی۔'' وہ بولی تھی۔

''ایلیاہ مجھے ڈر لگتا ہے کہیں تم سب کے خواب پورے کرتے کرتے خود خواب نہ بن جاؤ۔ اپنے خوابوں کو خواہشوں کو اس طرح غیر اہم مت جانو۔ جامی، شاء اور تمنا کے لیے ہم بھی ہیں نا۔''

''اوکے ماسو مگر فی الحال زندگی کچھ کٹھن ہے اس دور سے باہر آنے دو پھر دیکھیں گے۔ میں چاہتی ہوں کل کو کوئی مجھے الزام نہ دے یوں بھی اپنے لیے تو سبھی جیتے ہیں۔'' وہ مسکرائی تھی۔ اس کے پیچھے کھٹکا ہوا تھا۔ اس نے پلٹ کر دیکھا ریان حق کھڑا تھا۔ اسے دیکھ کر شاید مروت سے مسکرایا تھا۔ کیا وہ اس کے اور ماسو کے درمیان ہونے والی گفتگو سن چکا تھا؟

''کیسی جا رہی ہے جاب اچھا لگ رہا ہے؟'' وہ پوچھنے لگا تھا۔

''ہوں......!'' اس نے سر ہلایا تھا۔

''تم دادی اماں سے ملی ہو۔ وہ اپنے کمرے سے باہر نہیں آتی۔ تمہیں ان سے ملنے خود ان کے کمرے میں جانا پڑے گا۔'' ریان حق نے کہا تھا۔

''ہاں جانتی ہوں مجھے وکٹوریہ نے پہلے ہی دن ان سے ملوا دیا تھا۔ دادی سے مل کر بہت اچھا لگا۔ ان کا ادبی ذوق عمدہ ہے۔ ان کے لیے بکس پڑھنا اچھا لگا مجھے۔ وہ مطلع کرتی ہوئی بولی تو وہ مسکرا دیا تھا۔

''اوہ تو تم ان کے لیے بک ریڈنگ بھی کر رہی ہو۔ دادی اماں کو کتابوں سے عشق ہے۔''

''صرف آپ اور دادی اماں ہی اس گھر میں رہتے ہیں۔'' اس نے پوچھا تھا۔

''ہاں فی الحال ٹینا کچھ دنوں کے لیے جرمنی گئی ہوئی ہے۔''

''ٹینا؟'' اس نے زیر لب دہرایا تھا۔

''میری جرمن گرل فرینڈ۔'' اس نے مختصر بتایا تھا۔ ایلیاہ میر کو جانے سن کر اپنے اندر سکوت پھیلتا لگا تھا۔

''ممی ڈیڈی کی ڈیتھ کے بعد بہت عرصہ صرف میں اور دادی اماں اس گھر میں رہے پھر ٹینا میری زندگی میں

آ گئی۔ اس کے آنے سے ایک تبدیلی آئی کہ گھر کا سکوت کچھ ٹوٹ گیا۔ اسے میوزک کا شوق ہے۔ اس کا ایک بینڈ ہے جس کی وہ لیڈ وا کلسٹ ہے۔ کئی gigs کر چکی ہے وہ۔ ان فیکٹ کئی ایک gigs تو میں بھی اٹینڈ کر چکا ہوں۔ وہ ماڈلنگ بھی کرنا چاہتی ہے اور فلموں میں کام بھی۔ میں چاہوں تو یہ ممکن ہے۔ مگر میں اس میں اس کی مدد نہیں کرنا چاہتا۔ میں چاہتا ہوں وہ صرف میوزک کی حد تک محدود رہے۔ ٹینا ایک سیلف میڈ لڑکی ہے۔ وہ بھی اپنے بل بوتے اور اپنی صلاحیتوں کے سہارے آگے بڑھنا چاہتی ہے۔ آئی ہوپ تمہیں اس گھر کے تیسرے فرد سے مل کر بھی اچھا لگے گا۔" وہ مسکرا دیا تھا۔ وہ رسما مسکرا دی تھی۔

خواب دیکھنا شاید اتنا آسان نہیں ہوتا۔ وہ خوابوں خیالوں کی دنیاؤں سے واقف نہیں تھی یہ سفر یقیناً مہنگا بھی پڑ سکتا تھا سو اس نے خواب نہ دیکھنے اور خواب جزیرے پر نہ جانے کا قصد کیا تھا اور کام میں مصروف ہو گئی تھی۔

شام میں جب گارڈن میں تھی تو کیکٹس کے پھولوں پر نگاہ پڑی تھی۔ وہ بے ساختہ ان کے قریب آ گئی اور پھولوں کو چھو کر دیکھنے لگی تھی تبھی کیکٹس کے کانٹوں نے اس کے ہاتھ کو زخمی کیا تھا۔

"آہ۔" اس کے منہ سے سسکی نکلی تھی۔ جانے ریان حق کہاں سے اس کے پیچھے آن رکا تھا۔ اس کے ہاتھ کو تھاما اور دبا کر خون نکال کر اپنے رومال سے صاف کرنے لگا تھا۔

"ممی کہتی تھیں اگر کچھ چبھ جائے تو باقی کا رکا ہوا بلڈ دبا کر نکال دینے سے سیپٹک نہیں ہوتا۔ آؤ میں تمہارے ہاتھ میں بینڈیج کروا دوں۔" وہ بولا تھا۔

"نہیں اس کی ضرورت نہیں۔" اس نے ہاتھ کھینچا تھا۔ مگر وہ اس پر مائل دکھائی نہیں دیا تھا۔ اسے اندر لے گیا تھا اور اینٹی سیپٹک سے اس کے زخم صاف کر کے ان پر چھوٹی چھوٹی پٹیاں لگانے لگا تھا۔

"آپ......!" اس نے کچھ کہنے کے لیے منہ کھولا تھا۔

"شش......!" ریان حق نے اس کے لبوں پر ہاتھ رکھ دیا تھا۔ وہ ساکت اس کی سمت تکنے لگی تھی۔ کچھ تھا اندر دل بہت تیزی سے دھڑکا تھا۔ اس شخص کے قریب بیٹھنے سے بات کرنے سے اندر کوئی لگن لگنے لگی تھی۔ کچھ عجیب محسوس ہونے لگا تھا جو اس سے پہلے محسوس نہیں ہوا تھا۔ کیا یہ خواہشوں کا انبار تھا جو اس کے اندر لگتا جا رہا تھا یا کوئی اور احساس تھا۔ یہ صرف دل کا دھڑکنا تھا یا پھر...... کچھ اور......؟ وہ سمجھ نہیں پائی تھی۔

''محبت! محبت ہوئی ہے تمہیں؟'' یک دم پوچھنے لگا تھا۔ یہ اچانک محبت کی بات کیوں آغاز ہوئی تھی؟ وہ بے طرح چونک پڑی تھی۔

محبت بھی کیکٹس جیسی ہوتی ہے، کتنے بھی خار کیوں نہ لگے ہوں، ذہن یہ جانتا کیوں نہ ہو مگر پھر بھی، محبت کے قریب جانے کو دل چاہتا ہے، اسے چھونے کو دل چاہتا ہے، یقین کرنے کو دل کرتا ہے، محبت شاید اتنی ہی عجیب ہے۔'' وہ اس کی آنکھوں میں دیکھنے لگا تھا۔ ایلیاہ میر کو اس کی سمت دیکھنا محال لگا تھا، وہ اپنی نظریں پھیر گئی تھی، ساتھ ہی گردن کا رخ بھی، ریان حق نے ہاتھ بڑھا کر اس کا چہرہ اپنی سمت موڑا تھا۔

''تم یقین کرو یا نہ کرو۔ مگر مجھے جانے کیوں لگتا ہے کہ تم محبت جیسی ہو، انوکھی، پُرکشش، پُریقین، نڈر، بہادر اور بھرپور خالص، مجھے حیرت ہے محبت سے کبھی تمہارا ساتھ کیسے نہیں پڑا، وہ مسکرایا۔

''ایلیاہ میر! تم اتنی خوف زدہ کیوں ہو؟ میں نے محبت کو نہیں دیکھا مگر مجھے یقین ہے وہ خوف زدہ نہیں ہوتی ہوگی اور اگر ہوتی ہوگی تو شاید تمہارے جیسی دکھتی ہوگی، ان آنکھوں میں کچھ تو ہے شاید کوئی راز؟ تم ان رازوں سے ایک ایک کر کے پردہ اٹھاؤ گی تو میری مشکل آسان ہو جائے گی یا پھر تم ایسا کر کے میری مشکل اور بڑھا دو گی؟ بہت مدہم لہجے میں وہ کہہ رہا تھا، ایلیاہ میر کے لیے وہاں رکنا محال ہو گیا تھا۔ اس کا چہرہ اس کی نظروں کی تپش سے جلنے لگا تھا۔ وہ ایسا کیسے ہو گیا تھا؟ اچانک اس کے قریب کیوں آ رہا تھا؟ اس کا اندر، اس کا دل، سارا وجود بدل رہا تھا، یہ تغیر کیسے رونما ہوا تھا؟

ریان حق نے ایک پل میں ساری دنیا کو اپنے سنگ کیسے باندھ لیا تھا؟ وہ ناقابل حصول تھا، ناقابل رسائی تھا۔ وہ کیوں اس سے بندھ رہی تھی؟ کیوں اس کے دیکھنے سے دل کے زمانے اس کے ساتھ بندھ رہے تھے؟ وہ یکدم گھبرائی تھی۔ ریان حق نے ہاتھ تھام لیا تھا، وہ پلٹ کر دیکھنے لگی تھی۔ وہ اسکی سمت بغور دیکھ رہا تھا، ایلیاہ میر کی جان مشکل میں گھرنے لگی تھی۔

''میں حیران ہوں، میں بہت حیران تھا، جب تم سے پہلی بار ملا تھا میں ایسی لڑکی سے پہلے کبھی نہیں ملا، مجھے قبول کر لینے دو کہ میں نے زندگی میں تمہاری جیسی لڑکی نہیں دیکھی۔ تم دوسروں سے الگ ہو، کچھ عجیب ہو نہیں جانتا میں کیوں سوچ رہا ہوں مگر تم سے ملنے کے بعد کئی بار تمہیں سوچا، تم بہت انوکھی لگیں۔ مجھے کبھی محبت نہیں

ہوئی، اس کے لیے وقت نہیں شاید محبت اتنی ہی انوکھی ہوتی ہے؟ مگر..... ‘‘ وہ رکا تھا۔’’ میں نہیں جانتا کیا ہے مگر تم اپنا گہرا اثر چھوڑتی ہو، بالکل محبت کی طرح۔ تم اس دنیا کی نہیں لگتیں، میں الجھن میں ہوں، فی الحال سمجھ نہیں پا رہا یا پھر تمہیں اپنی آنکھوں سے نہیں دیکھ پا رہا، مجھے پوری عقل کو شامل کرنے دو پھر کسی نتیجے پر پہنچوں گا شاید یا پھر تمہیں سمجھنے کے لیے عقل وخرد کو ایک طرف رکھنا ہوگا؟‘‘ اسے سوالیہ نظروں سے تکتا وہ کچھ الجھا ہوا دکھائی دیا تھا اور الجھ تو وہ بھی گئی تھی۔ وہ ہاتھ چھڑا کر وہاں سے نکل گئی تھی۔

✿......✿......✿

تمنا، ثنا، جامی خوش تھے، انہیں معقول رقم مل گئی تھی انہوں نے کڑا وقت نہیں جھیلا تھا، وہ خود دھوپ میں جل رہی تھی اور انہیں چھاؤں دے رہی تھی۔ اپنے بارے میں وہ نہیں سوچ سکتی تھی اور اگر سوچ بھی لیتی تو اس شخص کے متعلق تو بالکل نہیں سوچ سکتی تھی۔

وہ سوکر اٹھی تھی، معمول کے مطابق دن کا آغاز کیا تھا اس شخص کے سامنے دانستہ نہیں گئی، وہ پر یقین تھی کہ ریان حق کے دل ودماغ میں کچھ نہ تھا، بے تکلفی سے بات کرنا اس کی عادت تھی، وہ اس ماحول میں پلا بڑا تھا۔ وہ دوستانہ انداز رکھتا تھا، جو تھا وہ اس کی طرف سے تھا۔ وہ خود تھی جو غلط سوچ رہی تھی اور وہ ایسا سوچنا نہیں چاہتی تھی۔ اسے صرف وہ اس لیے انوکھی لگی تھی کیونکہ وہ اس طرح کی لڑکیوں سے واقف نہیں تھا۔ اسے مشرق لڑکیوں سے ملنے کا اتفاق نہیں ہوا تھا۔ شاید اس لیے وہ اس کے اثر میں تھا اور وہ اسے انوکھی لگ رہی تھی، شاید تبھی وہ اس سے مل کر حیران تھا اور الجھا ہوا تھا۔

سہ پہر میں جب وہ دادی اماں کو کتاب پڑھ کر سنا رہی تھی تبھی گھر میں غیر معمولی شور کا احساس ہوا تھا۔

’’اف! لگتا ہے جرمن بلی آگئی۔‘‘ دادی نے کہا تھا، اسے جاننے میں دیر نہیں لگی تھی کہ دادی کس کی بات کر رہی تھیں۔

’’تم نے چیزوں کی ترتیب تو نہیں بدلی؟ اسے اس بات سے سخت چڑ ہے، ریان کی زندگی میں یا اس کے گھر میں کوئی مداخلت کرے تو پھر اس کی خیر نہیں، تم سے پہلے تین ہاؤس کیپر برخاست کر چکی ہے وہ۔‘‘ دادی نے بتایا تھا۔

اف اس نے کتنی تبدیلیاں کی تھیں سو کیا اب اس کو بھی جاب گنوانے کے لیے تیار رہنا چاہیے تھا۔ وکٹوریہ بھاگی بھاگی اندر آئی تھی۔

اوہ! اس کے لیے بلاوا آ گیا تھا، تو کیا اب اس کی خیر نہیں تھی؟ ایلیاہ میر ڈرتے ڈرتے اٹھی تھی، اور ٹینا کے سامنے چلتی ہوئی آن کھڑی ہوئی تھی۔

''یہ سب تم نے بدلا؟ وہ سامنے دیوار کی پینٹنگ، اس لیونگ روم کے کرٹین؟ میرے کمرے میں اشیاء کی ترتیب؟'' ٹینا نے اسے گھورا تھا۔ اس نے ابھی اثبات میں سر نہیں ہلایا تھا جب ریان حق اس کے مقابل آن رکا تھا، اس سے پہلے کہ ٹینا اس پر غصہ نکالتی یا اسے جاب سے برخاست کرتی۔ وہ بول پڑا تھا۔

''ٹینا! اسے ایسا میں نے کہا، مجھے لگا تمہیں یہ تبدیلی اچھی لگے گی، جو بھی ہوا میری مرضی سے ہوا'' وہ اسے سپورٹ کر رہا تھا اسے صرف اس کے غصے سے بچا رہا تھا؟ ایلیاہ میر نے اس کی سمت دیکھا، تبھی وہ اس کی سمت دیکھتا ہوا بولا تھا۔

''ایلیاہ! تم جاؤ یہاں سے۔'' اسکے حکم پر وہ وہاں سے ہٹ گئی تھی۔ دروازے کے قریب جا کر اس نے جانے کیوں پلٹ کر دیکھا تھا۔ وہ دونوں قریب تھے، اس کے اندر جانے کیوں دور تک خاموشی پھیلنے لگی تھی۔ ٹینا کے آ جانے سے جانے کیوں اس کے اندر کے موسم خاموشیوں میں گھر گئے تھے، ایسا کیوں تھا؟ کیوں وہ ریان حق کو ٹینا کے ساتھ نہیں دیکھ سکتی تھی، کیوں اتنا عجیب سا لگ رہا تھا؟ کیوں وہ بے چین ہو رہی ہے؟ یہ اضطراب رگ و پے میں دور تک پھیل رہا تھا؟ وہ عجیب مشکلوں میں گھر گئی تھی، یہاں رکنے سے پہلے کچھ اور مسائل میں گھری تھی اور یہاں آ کر کچھ عجیب نوعیت کی مشکلات اس سے بھی دوگنا بڑھ گئی تھیں، ان مشکلات سے وہ مشکلات زیادہ بہتر تھیں، تب سکون تو تھا، چین تو تھا۔

اس نے کچن کے دروازے میں رک کر گہری سانس خارج کی تھی۔ جب اپنے پیچھے کسی کی موجودگی کا احساس ہوا، اس نے پلٹ کر دیکھا، اس کا لائٹ آف کرتا ہاتھ وہیں رک گیا، وہ اس کے قریب آ رکا۔

''آج کل کچھ کم دکھائی دے رہی ہو، ٹینا سے بہت ڈر لگتا ہے؟'' اس کا مکمل جائزہ لیتا ہوا وہ بغور دیکھ رہا تھا، اس نے سر نفی میں ہلا دیا تھا۔

''میں یہاں جاب کے لیے ہوں، جاب کے دوران غلطی ہو جائے تو ڈانٹ پڑ سکتی ہے، ٹینا اس گھر کی مالکن ہیں، باقی لوگوں کی طرح مجھے بھی ان کی مرضی کا احترام کرنا چاہیے۔'' وہ مخصوص پروفیشنل انداز میں بولی تھی۔

ریان حق نے خاموشی سے اس کی سمت دیکھا پھر اور قریب آ گیا اور دیوار پر ایک ہاتھ رکھ کر اس کے سامنے کھڑے ہوتے ہوئے وہاں سے نکل جانے کی ہر راہ مسدود کر دی تھی۔

''لگتا ہے تم بھید جاننے لگی ہو۔'' اسکی آنکھوں میں جھانکتے ہوئے مدھم لہجے میں بولا۔

''لگتا ہے تمہیں خبر ہونے لگی ہے، یہ جو آنکھوں میں رتجگوں کا شمار ہے یہ یوں ہی نہیں ہے یا پھر اس کا بھی کوئی بھید ہے؟'' بہت مدھم سرگوشی تھی۔

ایلیاہ کی ساری جان ایک پل میں مٹھی میں سمٹی تھی۔ ساری خود اعتمادی ایک پل میں اڑنچھو ہوئی تھی، کوئی کہہ سکتا تھا یہ وہی ایلیاہ میر تھی جو دیدہ دلیری کی حد کرتے ہوئے ایک بندے کو پنچ مار سکتی تھی یا نڈر ہو کر کسی کی بھی گاڑی کے ٹائروں کی ہوا نکال سکتی تھی، اس لمحے وہ کیسی چاروں شانے چت کھڑی تھی، کیا شکست خوردہ سا انداز تھا، جیسے وہ کوئی مزاحمت کر ہی نہیں سکتی ہو، ریان حق نے اس کے چہرے کو بہت آہستگی سے چھوا تھا۔

''محبت یہی ہے، ایسی ہی ہوتی ہے یا پھر یہ سارے بھیدوں سے واقفیت پانے کا احساس ہے اور یہ نگاہ اس لیے جھکی ہے کہ اگر ملی تو سارے راز افشاں ہو جائیں گے۔ شکست خوردہ انداز یہ ڈری سہمی نظر یہ سانسوں میں تلاطم، اس کے اسباب ڈھونڈنے میں کتنی دیر لگتی ہے ایلیاہ میر؟'' ایلیاہ میر اس کی سمیت دیکھنے سے مکمل گریز کرتے ہوئے اس کی گرفت سے نکلنے کی سعی کرنے لگی تھی مگر وہ اس آہنی دیوار کو نہیں ہٹا پائی تھی، اس کوشش میں سر اس کے سینے سے جا ٹکرایا تھا، اس کی مخصوص خوشبو اس کے نتھنوں میں گھسنے لگی تھی، اس کی گرم گرم سانسیں اس کے چہرے سے ٹکرا رہی تھیں، اس کے حواس خطا ہونے لگے تھے۔

گہرے سمندروں سے محبت ہے تو پھر سمندروں میں طغیانی کیوں لاتی ہے یہ محبت؟ کچھ سوچنے سمجھنے کیوں نہیں دیتی؟ کناروں پر رکو تو سفر پر مائل کیوں ہے؟ اور رک جاؤ تو بے چینیوں کو سوا کیوں کرتی ہے؟ پوچھو اس محبت سے بات کرو یا کہو اس محبت سے بے بس نہ کرے۔'' وہ جنونی انداز میں اس کے کانوں میں سحر پھونک رہا تھا۔

کیا تھا، کیوں تھا؟ جیسے دل کسی نے مٹھی میں کیوں لے لیا تھا؟ وہ آنکھیں میچ گئی تھی یا پھر اس میں سکت ہی نہیں تھی کہ آنکھیں کھول کر اسے دیکھ سکتی، سامنا کر سکتی۔

''ایلیاہ میر...... الجھنوں میں تیرتے رہنے سے سرا ہاتھ نہیں آتا، سرا ہاتھ میں لینے کے لیے دھڑکنوں کو سننا،

آنکھوں کو پڑھنا، فاصلوں کو سمیٹنا ضروری ہوتا ہے اور فاصلوں کو سمیٹنے کے لیے خالی ہاتھ نہیں چلا جاتا، ہاتھ تھامنا ضروری ہوتا ہے۔" اس نے ایلیاہ میر کا ہاتھ اپنے مضبوط ہاتھ میں لیا اور ایلیاہ میر اس گھڑی جیسے طوفان کی زد پر تھی، سارا وجود کانپ رہا تھا، جیسے سمندر میں طغیانی آ جائے تو ناؤ ڈول جاتی ہے۔

سمندروں میں بے سمت سفر نہیں کیا جاتا ایلیاہ میر سمندروں کے سفر سے سمتوں کا تعین کرنے کے لیے دل سے پوچھا تھا۔ صرف دل کی سنو اور جانو کہ کیا کہتا ہے اور نظر کے لیے اور محبت کے لیے ضروری ہے، جانتی ہو؟" مدہم سرگوشی اس کے کان قریب ہوئی۔

"محبت کے لیے محبت ضروری ہوتی ہے ایلیاہ میر! محبت کو جیتنے کے لیے صرف محبت سے جیتا جاتا ہے، اگر ذرا سی بھی حقیقت ہے تو میری نظروں میں جھانکو اور دیدہ دل وا کرو، اسی بہادری سے جیسے پہلے دن میرے آفس میں گھسی تھیں۔ اگر کچھ حقیقت ہے تو خرد کو ایک طرف کھ دو، دل کو فیصلہ کرنے دو کہ کبھی کبھی عقل کو تنہا چھوڑ دینا بھی ضروری ہوتا ہے، وہ مدہم سرگوشی میں اس کی سماعتوں میں کوئی جادو پھونک رہا تھا، اسے لگا تھا کہ اس کے گرد محبتوں نے حصار کھینچ دیا ہو اور وہ بالکل بے بس ہو گئی ہو، وہ شخص جنونی ہو رہا تھا، کیا تھا یہ؟ کیا حقیقت تھی؟ ٹینا جو اس کے حوالے سے اس گھر میں تھی؟ یا پھر اس کا یہ پل، جب وہ اس کے قریب تھا، کیا تھا سچ؟

ایلیاہ میر نے سر اٹھا کر اس کی آنکھوں میں لحہ بھر کو دیکھا تھا پھر بہت سہولت سے اسے پرے دھکیلا تھا اور وہاں سے نکل گئی، وہ نہیں جانتی تھی سچ کیا تھا، مگر اسے اپنا سارا وجود شل لگ رہا تھا، جیسے وہ کسی محاذ سے لوٹی تھی مگر وہ فاتح نہیں لوٹی تھی۔ کچھ تھا جو وہیں رہ گیا تھا، اسے اپنا آپ بہت ادھورا لگا تھا، کیسا احساس تھا یہ؟ کیوں تھا؟ وہ سمجھ نہیں پائی تھی۔

"کیا ہوا؟ تم اتنی کھوئی کھوئی کیوں ہو؟" دادی اماں نے پوچھا۔ اس نے سر نفی میں ہلا دیا تھا۔

"ٹینا نے کچھ کہہ دیا؟ تم اس کی باتوں کا برا مت ماننا، دل کی بری نہیں ہے، ویسے یہ جرمن لوگ کچھ Weird ہوتے ہیں، ان کی سمجھ زیادہ نہیں آتی بڑے ان پری ڈکٹیبل قسم کے ہوتے ہیں مگر ایک بار سمجھ آ جائے تو پھر نبھا آسان ہو جاتا ہے، دیکھو ریان کے کتنے قریب ہے وہ۔" وہ کہہ رہی تھیں۔

"آپ کو بہت پسند ہے وہ؟" وہ جانے کیا جاننا چاہتی تھی۔

''میری پسند ناپسند کی بات نہیں، میں کچھ دیسی ہوں، جس مٹی میں پیدا ہوئی اس مٹی کی خوشبو بھاتی ہے۔ تم اچھی لگتی ہو تبھی تو ساتھ بٹھا کر گھنٹوں باتیں کرتے رہنا چاہتی ہوں، ریان کے دادا میں اور ریان کے ڈیڈی جب یہاں انگلینڈ میں آئے تھے تو ریان کے ڈیڈی بہت چھوٹے سے تھے، ریان یہیں پیدا ہوا ریان کا باپ بھی یہیں پلا بڑھا، ان لوگوں نے اس زمین کو اپنا لیا، مگر ہمارے لیے اب بھی اپنی مٹی اور زمین کی قدر ہے برسوں گزر گئے دیس کو چھوڑے مگر آج تم سے ملی تو اپنی مٹی کی مخصوص خوشبو آئی، اگر میرا بس چلے تو ریان کے لیے کوئی اپنے ہی دیس کی لڑکی ڈھونڈ کر دلہن بنا کر لاؤں مگر ریان کو مشرقی لڑکیاں زیادہ بھاتی نہیں، دو چار رشتے داروں سے کہہ کر رشتے دکھائے ہیں مگر ریان ٹس سے مس نہیں ہوا۔ اب تک تین گرل فرینڈ بدل چکا ہے اور ان میں کوئی ایک بھی دیسی نہیں، ایک آئرش تھی، دوسری انگلش اور تیسری یہ ٹینا جو جرمن ہے۔ مجھے لگتا ہے ان لڑکیوں میں اعتماد کی کمی ہوتی ہے، ماڈرن سوچ کی نہیں ہوتیں۔ عجیب چھوئی موئی ٹائپ ہوتی ہیں، انہیں قدم سے قدم ملا کر چلنا نہیں آتا۔ آج تک کسی مشرقی لڑکی کے قریب سے نہیں گزرا، کہتا ہے انہیں دیکھتے ہی Touch me not کی آواز آتی ہے، اب تو میں نے بھی کسی مغربی بہو کے لیے مائنڈ سیٹ کر لیا ہے، اگر ریان کی ماں زندہ ہوتی تو شاید وہ اس کی سنتا، مگر اب ایسا مشکل دکھائی دیتا ہے۔'' دادی اماں نے افسوس سے کہا تھا۔

''ریان کے ممی ڈیڈی کی ڈیتھ کیسے ہوئی تھی؟'' اس نے پوچھا تھا۔

''ایک روڈ ایکسیڈنٹ میں، دونوں ایک ساتھ چلے گئے۔ ریان کو اس کا بہت گہرا صدمہ ہوا، تبھی چپ سا ہو گیا، کئی برسوں تک تو نہ ہنستا تھا نہ بات کرتا تھا۔ پھر آہستہ آہستہ زندگی معمول پر آ ہی جاتی ہے سو ریان کو بھی سچائی ماننا پڑی۔ گئے ہوؤں کو واپس نہیں لایا جا سکتا، مگر وہ ہماری یادوں میں ہمیشہ زندہ رہتے ہیں۔''

''ریان حق محبت کرتے ہوں گے ٹینا سے؟'' اس نے دل میں آیا سوال پوچھا تھا، دادی مسکرا دیں۔

''بیٹا! پچھلے دو سال سے وہ گھر میں ہے، محبت ہو گی تو ساتھ ہے نا۔ ہم ٹھہرے پرانے وقتوں کے لوگ، ہمارے لیے محبت دو لوگوں کا اور خاندانوں کا قانونی اور مذہبی طور پر جڑنا ہوتا تھا۔ محبت اس رشتے کے بعد شروع ہوتی تھی، آج کل یہی رسمیں نہیں نبھائی جاتیں، ان مغربی ملکوں میں تو بالکل بھی نہیں، ان کے لیے تو محبت بھی فاسٹ فوڈ ہے یا کوئی Smothy یا ڈرنک ادھر غٹا غٹ اندر اور نشہ ہرن۔'' دادی بدگمان دکھائی دی تھیں۔

''اس کے لیے آپ ریان حق کو قصور وار نہیں ٹھہرا سکتیں، وہ ایسا بن سکا کیونکہ وہ اس ماحول میں پیدا ہوا اور پروان چڑھا، اگر وہ کسی مشرقی ماحول میں پرورش پاتا تو شاید وہ ایسا ہی ہوتا۔ ایلیاہ میر نے اس کی حمایت کی تھی۔ وہ انگلش لوگوں کی طرح دوستانہ مزاج رکھتا تھا، اچھا حس مزاح رکھتا تھا، سو جہاں بہت سی چیزیں وہ نہیں سیکھ پایا تھا وہیں کچھ اچھی چیزیں تو اس نے ماحول سے آڈاپٹ کر ہی لی تھیں، اس کی اس اچھائی کو تو اس نے بھی مانا تھا، جس طرح وہ برے دور سے گزر رہی تھی اگر وہ اس کی مدد نہ کرتا تو آج شاید وہ اس سے بھی بدترین صورت حال سے دو چار ہوتی، وہ اتنا برا نہیں وہ سر جھکا کر سوچنے لگی تھی۔ اگر اسے مشرقی لڑکیوں سے لگاؤ نہیں تھا تو اس سے..... کیا جاننے کے لیے اس نے دادی اماں سے اتنی بات چیت کی تھی اور کھلا کیا تھا؟ اس کا دل بہت سکوت سے بھر گیا تھا۔

✿......✿......✿

''تمہارا پاسپورٹ کہاں ہے؟'' وہ لیونگ روم میں تھی جب ٹینا نے اسے آلیا تھا۔ وہ چونک کر اس کی سمت دیکھنے لگی تھی، ٹینا کو اس کی خاموشی سے الجھن ہوئی تھی تبھی دوبارہ پوچھنے لگی تھی۔

''میں نے تم سے پوچھا تمہارا پاسپورٹ کہاں ہے؟''

''وہ میرے پاس نہیں ہے۔'' وہ دھیمے لہجے میں بولی تھی۔

''اوہ! تم غیر قانونی یہاں ہو؟'' وہ سخت لہجے میں بولی تھی۔

''نہیں، میں نے اپنے ویزا کو Extend کرنے کے لیے اپلائی کیا ہے سو پاسپورٹ یو کے بارڈر ایجنسی میں جمع ہے۔'' وہ صاف گوئی سے بولی۔

''اوہ! تب تمہارا کام کرنا بھی قانوناً نہیں، تمہیں یہ رعایت اس لیے ملی ہوئی ہے کیونکہ ریان کے گرینڈز کی کنٹری سے ہو۔'' وہ اپنے مخصوص جرمن لہجے میں انگلش بول رہی تھی۔ اسے یہ چھان بین بہت بُری لگی تھی اس کا فطری غصہ عود کر آیا تھا۔

''ایکسیوزمی! میں تمہاری ملازم نہیں ہوں، سو تمہیں مجھ سے پوچھ گچھ کا کوئی حق بھی نہیں ہے۔'' وہ کٹے ہوئے لہجے میں بولی تو ٹینا اس کے پراعتماد، انداز اور ایٹی ٹیوڈ پر حیران رہ گئی تھی۔

''آئندہ مجھ سے ایسے سوالات مت کرنا۔'' وہ کہہ کر وہاں سے نکل گئی تھی، کچھ فاصلے پر کھڑے ریان حق

نے بغور دیکھ لیا تھا اور ٹینا کے قریب آ گیا تھا۔

"تمہیں ایلیاہ میرے ایسے بات نہیں کرنا چاہیے، اسے میں نے یہاں جاب دی ہے۔"

"اس کا مطلب ہے کہ اس سے سوالات کرنے کا حق بھی صرف تمہیں حاصل ہے؟" ٹینا نے اسے کڑے تیوروں سے دیکھا تھا ریان حق سنجیدگی سے دیکھنے لگا تھا پھر شانے اچکا دیئے تھے۔

"جیسا تم سمجھو۔" ٹینا اس کے انداز پر چڑ گئی تھی۔

"کیا؟" اس نے سرد لہجے میں پوچھا۔

"مجھے یہ لڑکی بالکل مناسب نہیں لگتی، کچھ عجیب ہے۔ اس کے اندر خوامخواہ کی اکڑ ہے، تیسری دنیا کی ایک چھوٹی سی کنٹری سے ہے اور بات ایسے کرتی ہے جیسے کہیں کی پرنسس ہو۔" وہ تپے لہجے میں کہہ رہی تھی ریان کو یہ الفاظ اچھے نہیں لگے تھے۔

"ٹینا انسان کی عزت کرنا سیکھو، ایک انسان کی عزت بڑی یا چھوٹی، ترقی یافتہ ترقی پذیر کنٹری کے باعث نہیں ہوتی، بہ حیثیت انسان ہوتی ہے، وہ بہت پڑھی لکھی اور قابل لڑکی ہے، وہ اتنی چھوٹی جاب کرنے پر مجبور ہے کیونکہ اس کا ویزہ Expired ہو گیا ہے، وہ کسی سے بدتر ہے نہ کم تر۔" وہ اسے بھرپور ڈیفنڈ کر رہا تھا، ٹینا نے اسے چپ چاپ دیکھا اور پھر وہاں سے چلی گئی تھی۔

✿......✿......✿

"کہاں غائب ہو تم؟ ایسی گئیں کہ پلٹ کر خبر بھی نہیں لی؟ لگتا ہے کافی اچھی جاب مل گئی ہے جو دوست بھی بھول گئے؟" نمرہ فون کر کے شکوہ کر رہی تھی، وہ مسکرا دی تھی۔ "ارے نہیں تمہیں بھول سکتی ہوں بھلا، یہاں آ کر مصروفیت کچھ بڑھ گئی ہے، اب مجھے لگ رہا ہے کہ ہاؤس کیپنگ کرنا اتنا آسان کام نہیں، سچ نمرہ اتنا بڑا گھر ہے، بالکل کسی محل سا، میرے تو گمان میں بھی نہیں تھا ایک دن اتنے بڑے گھر میں رہوں گی۔" وہ صاف گوئی سے بولی تھی، نمرہ مسکرا دی تھی۔

"کہیں ارادہ قبضہ جمانے کا تو نہیں؟ ریان حق خاصا ہینڈسم ہے اور......"

"کم آن نمرہ! ڈونٹ بی اسٹوپڈ" ریان حق کی گرل فرینڈ ہے اور مجھے دوسروں کے حق غصب کرنے کا کوئی

شوق نہیں یوں بھی ریان حق مشرقی لڑکیوں سے دس فٹ دور بھاگتا ہے، اسے ٹچ می ناٹ والا دیسی امیج بالکل بھی پسند نہیں۔'' ایلیاہ نے بتایا۔

''اوہ! یہ تو ٹھیک نہیں، تم قائل کرلو نا اسے؟'' وہ چھیڑنے لگی تھی۔ ''اسے بتادو، ہم مشرقی لڑکیاں بھی کسی سے کم نہیں، یوں بھی دیسی ہونے کے ناتے پہلا حق تو ہمارا ہی بنتا ہے، آخر کو ہم پاکستانی ہی تو ہیں۔'' نمرہ مسکرائی تھی۔

''وہ خود کو انگلش اور برٹش کہلانے میں زیادہ فخر محسوس کرتا ہے۔'' ایلیاہ نے گہری سانس لی۔ ''تم بتاؤ کیا کر رہی ہو آج کل؟'' وہ بات بدلتے ہوئے بولی۔

''کچھ خاص نہیں یار! شادی کا بہت موڈ ہو رہا ہے مگر لگتا ہے یہ لکیر میرے ہاتھوں میں نہیں ہے۔ کون سی لکی لڑکیاں ہوتی ہیں جن کی شادیاں ہوتی ہیں اور جن کی شادی کی فکروں میں ان کے گھر والے گھلے جاتے ہیں، یہاں دیکھو سال پر سال گزر رہے ہیں، یہاں پرائے دیس میں کماتے ہوئے اور گھر چلاتے ہوئے کسی کو احساس ہی نہیں شاید بیٹیوں کو کمانا نہیں چاہیے کیونکہ جب بیٹیاں کماتی ہیں تو پھر والدین ان کی ذمے داریوں سے نبرد آزما ہونے کا نہیں سوچتے، میں اپنے ماں باپ کا بیٹا بننا چاہتی تھی اور دیکھو بیٹی بھی نہیں رہی۔ کسی کو میرے احساسات کی فکر نہیں، کسی کو نہیں لگتا میرا گھر بھی بسنا چاہیے، سب کو بس یہ فکر ہے کہ میرا گھر بس گیا تو ان کے اخراجات کون اٹھائے گا۔ یہ اپنے بھی کبھی کتنے خود غرض ہو جاتے ہیں نا۔ ایلیاہ میری مان تو تُو بھی خود کو ایسے ضائع مت کر، کل کو کوئی کام نہیں آتا نا بھائی، نا بہن۔'' نمرہ حقائق بتا رہی تھی، اسے نمرہ سے ہمدردی محسوس ہوئی تھی۔

''نمرہ! تم کوئی اچھا لڑکا دیکھ کر شادی کرلو۔''

''اچھا لڑکا......!'' ''یہاں اچھا لڑکا کہاں سے ملے گا؟ جو اپنے دیس سے یہاں آتے ہیں وہ گوریوں کے پیچھے بھاگتے ہیں تاکہ انہیں ریڈ پاسپورٹ مل سکے، وہ اپنی لڑکیوں کو لفٹ نہیں کرواتے اور جو گورے ہیں وہ میرے کسی کام کے نہیں، ان کے لیے سوچنے سے بہتر ہے میں شادی کا نہ سوچوں۔ مجھے اپنے بچوں کو آدھا تیتر، آدھا بٹیر نہیں بنانا۔'' وہ نمرہ کی بات پر ہنس دی تھی۔ نمرہ صاف دل کی تھی سیدھی بات کرتی تھی۔

''تم ان لڑکوں کو بھول رہی ہو جو Born and Bred یوکے ہیں۔'' ایلیاہ مسکرائی تھی۔

''ان کی تو بات ہی جانے دو ایلیاہ!'' وہ منہ بگاڑ کر بولی۔

وہ سب سے زیادہ ٹیڑھی لکیر ہیں، پہلے غلطی سے یہاں پیدا ہوتے ہیں پھر ساری زندگی اس غلطی کو سدھارنے میں لگا دیتے ہیں۔ ریان حق انہی میں سے ایک ہے نا؟ دیکھو اسے دیسی لڑکیاں سرے سے پسند ہی نہیں؟ وہ تمہیں گھاس نہیں ڈال رہا حالانکہ تم اچھی خاصی اسمارٹ ہو، خوب صورت ہو اور پُراعتماد ہو۔'' نمرہ نے تجزیہ کیا تھا۔

''نمرہ بات کسی اور کی نہیں ہے، میری ہے اور میں جانتی ہوں مجھے کیا چاہیے۔'' وہ تھکے ہوئے لہجے میں بولی۔

''تمہیں ریان حق جیسا بندہ نہیں چاہیے؟'' نمرہ چونکی تھی، وہ چپ رہی تھی۔

''ویسے ایک ٹرائی تو کرو، بندہ برا نہیں ہے، کیا ہوا جو برٹش ہے، ہے تو رئیس اور ہینڈسم بھی۔'' وہ اسے چھیڑ رہی تھی۔

''میں رانگ نمبر پر ٹرائی کرنا مناسب خیال نہیں کرتی نمرہ!'' وہ آہستگی سے بولی۔

''رانگ نمبر کہاں ہے یار! سیدھے سے رائٹ بندہ ہے۔'' وہ ہنسی تھی۔

''شاید مگر، لائن انگیج ہو تو دوسری بار ٹرائی کرنا عقل مندی نہیں۔'' اس کے انداز میں بولی تھی اور نمرہ کھلکھلا کر ہنس دی تھی۔

''خیر ہیں کو اب کچھ، نظر آتے ہیں کچھ، چلو مجھے نیند آرہی ہے پھر بات کرتے ہیں۔ تم اب بھول مت جانا، ورنہ وہاں آکر پٹائی لگاؤں گی۔'' وہ ایسی ہی بے تکلف تھی، تبھی اس سے اس کی خوب بنتی بھی تھی، نمرہ سے بات کرنے کے بعد وہ کافی فریش ہوگئی تھی مگر اسے اس کے لیے افسوس بھی تھا، کیسی حسرت تھی اس کے انداز میں شادی کو لے کر تو کیا وہ خود کو نظر انداز کر کے غلطی کر رہی تھی، ندا ماسو کا لہجہ سماعتوں میں گونجا تھا۔

''ایلیاہ خود کو اگنور مت کرنا، اس نے بہت سی سوچوں سے گھبرا کر سر نفی میں ہلایا تھا، اسے اندازہ بھی نہیں ہوا تھا، کب ریان حق اس کے سامنے آن بیٹھا تھا۔

''کس سے بات کر رہی تھیں تم؟'' وہ تفتیشی انداز اختیار کر رہا تھا یا محض بات آغاز کرنے کو بولا تھا، وہ الجھتے ہوئے اس کی جانب دیکھنے لگی تھی۔

''نمرہ سے......''

''شادی کی بات ہو رہی تھی؟'' وہ اس کی آنکھوں میں جھانکتے ہوئے بولا۔ اسے کیسے خبر ہوئی تھی، وہ اپنی جگہ دنگ رہ گئی تھی۔

''ہاں وہ نمرہ شادی کرنا چاہ رہی ہے مگر اسے کوئی اچھا لڑکا نہیں مل رہا۔'' اس نے صاف گوئی سے کہا۔

''اور تم......؟'' وہ اسے موضوع بناتا ہوا بولا تھا۔

''میں......؟'' وہ چونکی تھی۔

''تمہیں شادی نہیں کرنا؟ کوئی ارادہ ہے بھی کہ نہیں؟ ہے کوئی نظر میں۔'' وہ اس سے کیسے سوال کر رہا تھا؟ وہ حیران ہوئی تھی پھر نفی میں گردن ہلا دی تھی۔

''فی الحال کوئی پلان نہیں، یوں بھی پلان کے لیے کسی کا ہونا ضروری ہوتا ہے۔'' وہ سرسری لہجے میں بولی اور گلدان میں پھول سیٹ کرنے لگی۔

''تمہارے اس فیانسی کا کیا ہوا؟'' ریان حق نے پوچھا وہ چونک پڑی تھی۔

''اس کے بارے میں کیوں بات کر رہے ہیں آپ۔ میں یہاں رہتی ہوں، جاب کرتی ہوں، اس کا مطلب یہ نہیں کہ ہر الٹی سیدھی بات آپ مجھ سے پوچھیں گے۔'' حمزہ کا نام سن کر ہی اسے غصہ آ گیا تھا۔ وہ جانے کیوں مسکرا دیا تھا۔

''مجھے جانے کیوں لگا تم اس کی یاد میں بیٹھی ہو، مشرقی لڑکیوں کا مزاج نرالا ہوتا ہے۔ کسی دوسرے کا خواب میں بھی سوچیں تو گناہ سمجھتی ہیں۔'' وہ جانے کیوں اسے چڑا رہا تھا۔ وہ خود اپنے اندر کی الجھنوں سے الجھتے ہوئے تھکنے لگا تھا یا اس کی خاموشی اس کے لیے قابل قبول نہیں تھی؟ ایلیاہ میر نے اسے اعتماد سے سر اٹھا کر دیکھا تھا۔

''میں کسی بات کی وضاحت دینا ضروری نہیں سمجھتی، مگر اس شخص کے لیے میری زندگی میں کہیں جگہ نہیں ہے، یہ بات بہت پہلے بھی بتا چکی ہوں۔'' وہ دوٹوک انداز میں بولی۔ وہ اس کے پھول لگاتے ہاتھ کو بغور دیکھنے لگا تھا پھر جانے کیا سوچ کر اس کا وہ ہاتھ تھام لیا، کلائی پر گرفت مضبوط تھی۔ وہ کوئی معنی اخذ نہ کر پائی تھی مگر تکلیف کے احساس سے اس کی سمت تکنے لگی تھی۔

''ایک لڑکی کیا چاہتی ہے؟'' وہ اس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے مدھم لہجے میں پوچھ رہا تھا۔ وہ خاموشی

سے دیکھنے لگی تھی۔ ''میں جاننا چاہتا ہوں۔''

''لڑکی لڑکی میں فرق ہوتا ہے ریان حق! ہر لڑکی کے خواب ایک سے نہیں ہوتے ہر لڑکی کی خواہشات مختلف ہوتی ہیں۔'' وہ تکلیف کے احساس سے اس کی گرفت سے اپنی کلائی چھڑانے کی سعی کرنے لگی تھی، وہ اس کے جواب پر مسکرا دیا تھا۔

''تم کیا چاہتی ہو؟'' وہ آج اتنے عجیب سوال کیوں کر رہا تھا؟ اسے حیرت ہوئی تھی۔

''کیوں؟ کیا حق ہے آپ کے پاس یہ سب جاننے کا؟'' وہ تپ کر بولی تھی، وہ مسکرا دیا تھا۔

''چلو نہ بتاؤ، مگر میں جانتا ہوں لڑکی کے خواب کیا ہوتے ہیں اسے جنون ہوتا ہے پانے کا اور مزید پانے کا مرد کی توجہ، اس کا حصول اور پھر اس کی دولت کا حصول اور مزید اچھی زندگی گزارنے کی چاہ، مہنگی قیمتی اشیاء خریدنے کی خواہش۔ بس یہی ہوتی ہے لڑکی کی خواہش۔'' جانے کیا جانا تھا اس نے یا کسی بات کے گنجل اس کے اندر تھے جو وہ اس طرح سے بات کر رہا تھا۔

''میں نے کہا نا ریان حق! ہر لڑکی یہ خواب نہیں دیکھتی۔''

''اچھا بتاؤ ایک اولڈ فیشنڈ لڑکی کیا خواب دیکھتی ہے؟'' وہ اس پر انگلی رکھتے ہوئے بولا تھا۔

''میری ماں کہتی تھی لڑکی کے لیے سب سے زیادہ اہم محبت ہوتی ہے، وہ مرد کی محبت سے محبت کرتی ہے، مرد سے زیادہ کچھ نہیں چاہتی محبت کے سوا۔''

''اوں ہوں...... تمہاری امی کی بات نہیں ہو رہی۔ تم...... تم کیا چاہتی ہو؟'' وہ ساری توجہ اس پر مرکوز کرتے ہوئے بولا۔

''محبت، عزت اور تحفظ۔'' ایلیاہ میر روانی سے بولی۔

''اور......؟'' وہ براہ راست اس کی آنکھوں میں جھانکنے لگا تھا۔

''اور کیا؟'' وہ سوالیہ نظروں سے دیکھنے لگی تھی۔

''پیسہ...... دولت...... شہرت؟'' وہ مسکرا دیا تھا۔

''یہ میری ترجیحات میں شامل نہیں۔'' وہ اعتماد سے بولی۔

''آہ! انوکھی لڑکی ہو تم، اپنی نوعیت کی انوکھی ترین لڑکی۔'' اسے جیسے ایلیاہ میر کے جواب نے مطمئن نہیں کیا تھا۔ ایلیاہ میر کی کلائی پر اس کی گرفت جوں کی توں تھی۔

''میری کلائی چھوڑیئے۔'' وہ درخواست کرتی ہوئی بولی۔ ریان حق نے اس کی بات سنی ان سنی کر دی تھی۔ کیا وہ یہ سمجھ رہا تھا کہ وہ اس کی دولت میں انٹرسٹڈ ہے؟ مگر کیوں وہ تو سرے سے اس میں انٹرسٹڈ نہیں تھی؟ پھر وہ ایسا کیوں سوچ رہا تھا؟

''ریان حق! میری کلائی چھوڑیئے۔'' اس نے سرخ ہوتے چہرے کے ساتھ دیکھا تو وہ اس کے انداز سے محظوظ ہوتا ہوا مسکرا دیا۔

''کیکٹس کا پھول، دیکھنے میں دل رُبا...... چھونے میں تکلیف دہ۔'' وہ مدہم سرگوشی کرتا ہوا اس کا ہاتھ چھوڑ کر اٹھ کھڑا ہوا تھا۔ ایلیاہ نے سر اٹھا کر تکلیف کے احساس سے اسے دیکھا تھا مگر ریان حق اس کی پروا نا کرتے ہوئے وہاں سے نکل گیا تھا۔ وہ اپنی کلائی کو دیکھنے لگی تھی جہاں پر اس کی گرفت کے نشان پیوست ہو گئے تھے، یہ کون سا طریقہ تھا احتجاج کا؟ اس سے اس طرح کا برتاؤ کرنے کا؟

اس نے دھندلاتی آنکھوں سے پار دیکھا تھا وہ ٹینا کے ساتھ کھڑا تھا، جانے کیا بات کر رہا تھا، پھر اسکو اور قریب کر لیا تھا، وہ جانے کیوں دیکھ نہیں سکی تھی اور اس طرف سے دھیان ہٹانے کی سعی کرنے لگی۔

❁......❁......❁

کسی کی نظروں میں ناپسندیدگی ہو یا پسندیدگی اس کے بارے میں علم ہو ہی جاتا ہے۔ ٹینا کی نظروں میں اس کے لیے پسندیدگی نہیں تھی۔ یہ بات وہ جان گئی تھی، اس کی نظریں اس کی طرف اٹھتیں تو وہ بہت سرد ہوتی تھیں۔ مگر وہ محسوس کرتی تھی وہ کہیں بہت ڈری سہمی ہوئی ہے۔

''تمہاری یونیورسٹی سے تمہیں ڈگری کب مل رہی ہے؟'' اس شام وہ اس کے سامنے آن بیٹھی تھی اور بہت فرینڈلی انداز سے بات چیت کرنے لگی تھی۔ ایلیاہ میر کو زیادہ حیرت نہیں ہوئی تھی۔

''اس کے لیے کچھ ویٹ کرنا پڑے گا جو فی الحال میں کرنا نہیں چاہتی، یونیورسٹی سے ٹیکسٹ میسج موصول ہو جائے گا یا پھر ای میل کر کے بتا دیں گے وہ میں خود چاہتی ہوں ایسا جلد ہو۔'' ایلیاہ میر اطمینان سے بولی۔

"تمہارے فیوچر پلانز کیا ہیں؟ یونیورسٹی سے سرٹیفکیٹ ملنے کے بعد تو تم یہاں سے جا سکتی ہو نا؟" ٹینا نرمی سے بات کر رہی تھی۔

"یونیورسٹی سے سرٹیفکیٹ ملنے کے بعد میں پوسٹ اسٹڈی ورک کے لیے اپلائی کر سکوں گی اور دو سال مزید یہاں رک سکوں گی۔" وہ کافی کے سپ لیتے ہوئے بولی۔

"اوہ! اور اگر تمہیں نہیں ملتا تمہارا ویزExpend نہیں ہو پاتا تو؟" وہ مسکرائی تھی، کچھ حس مزاح پھڑکی تھی تبھی اطمینان سے بولی تھی۔

"تو پھر کوئی اور راستہ ڈھونڈ لوں گی، ویزا کئی طرح سے سوئچ ہو سکتا ہے اگر میں کسی مقامی بندے سے شادی کر لوں تو بھی میں یہاں رک سکتی ہوں۔"

"اوہ! تو تمہارا خواب یہاں مستقل رکنے کا ہے؟ پاسپورٹ پانا؟ ٹینا نے اپنے طور پر اخذ کیا تھا، وہ اس کی کیفیت سے محفوظ ہوتی ہوئی مسکرا دی تھی۔

"ویل بندہ امیر ہو تو اس بارے میں سوچا بھی جا سکتا ہے۔"

"اوہ! مجھے اس کا اندازہ پہلے ہی ہو گیا تھا۔" ٹینا نے ہونٹ سکوڑے تھے، ایلیاہ میر مسکرا دی تھی اور بغور اس کے چہرے کے تاثرات کو دیکھا تھا۔

"ہے کوئی نظر میں؟"

"کون؟" ٹینا چونکی تھی۔

"جو مجھے ریڈ پاسپورٹ دلانے میں مدد کر سکے؟" وہ جاننا چاہتی تھی کہ اس کا ذہن کیا سوچ رہا ہے اور اگر ریان حق نے اس طور ری ایکٹ کیا تھا اس کی وجہ کیا تھی، کہیں وہ ٹینا تو نہیں تو جو ریان حق کا مائنڈ بدل رہی تھی، اسے ایلیاہ میر سے بدظن کر رہی تھی۔

"یہاں کئی ہیں جو تمہاری مدد کر سکتے ہیں، تم صرف پیپر میرج کر کے بھی وہ سب حاصل کر سکتی ہو جن کا خواب تم دیکھ رہی ہو، یہاں ایسی پیپر میرجز عام ہیں، یہ شادیاں صرف ریڈ پاسپورٹ حاصل کے حصول کے لیے ہوتی ہیں اور اس کے بعد ختم ہو جاتی ہیں۔" ٹینا نے بتایا تھا، جیسے وہ اس کی سب سے بڑی خیر خواہ تھی۔

"جانتی ہوں۔" ایلیاہ میر اطمینان سے بولی تھی۔ "میں غلط راستوں سے منزل پانے پر یقین نہیں رکھتی! اگر منزل پانا قسمت میں ہے تو راستے خود مجھے منزل تک رہنمائی دیں گے۔ وہ ایک تمہی ہو جس نے ریان حق کو جتانے اور قائل کرنے کی کوشش کی کہ میں یہاں پیسوں کے لیے رکی ہوئی ہوں؟ لالچی ہوں اور دولت یا ریڈ پاسپورٹ چاہتی ہوں؟" ایلیاہ میر نے دوٹوک پوچھا تھا، وہ ساکت رہ گئی تھی، پھر کچھ دیر خاموشی کے بعد بولی تھی۔

"تمہیں یہاں سے چلے جانا چاہیے ایلیاہ میر! تمہارے اس گھر میں آنے سے پہلے ریان حق میرے بہت قریب تھا۔ مگر تمہارے یہاں آنے کے بعد وہ قربت معنی کھوگئی۔ میں نہیں چاہتی تم یہاں رہو اور ہمارے درمیان دیوار اٹھاؤ؟ مجھے غلط ثابت کروگی؟" ایلیاہ میر نے اس کی آنکھوں میں جھانکا تھا، ٹینا نے گہری سانس خارج کی تھی۔

"میرے لیے ریان حق، اہم ہے اور میں اسے کھونا نہیں چاہتی میں نہیں چاہتی کوئی اس کا فائدہ اٹھائے، اس کے لیے میں کسی صحیح غلط کو نہیں مانتی۔" بات جب کھل ہی چکی تھی تو وہ بھی کچھ مزید چھپانے میں عار نہیں جانتی تھی۔

"تم مجھ سے خوف زدہ ہو؟" ایلیاہ میر کو حیرت ہوئی تھی۔ میں اس کی ایک ملازم ہوں، وہ تمہارے ساتھ دو سال سے ہے، تم دونوں قریب ہو، میں کہاں ہوں؟" وہ بولی تھی۔

"تم اس کے دل میں ہو، اس کی آنکھوں میں ہو۔" ٹینا نے جتایا تھا اور فضا میں ایک سکوت پھیل گیا تھا۔ ایلیاہ میر کو یہ سن کر عجیب لگا تھا۔ یقین نہیں ہوا تھا، وہ سرنفی میں ہلانے لگی تھی۔

"پلیز چلی جاؤ یہاں سے، کوئی اور جاب ڈھونڈ لو، تم چاہو تو میں پاول سے بات کرسکتی ہوں۔" ٹینا بولی تھی۔

"کیسی بات؟" وہ چونکی تھی ٹینا اس کی سمت دیکھتی رہی تھی پھر بولی۔

"وہ تمہارے ساتھ پیپر میرج کرسکتا ہے، وہ برٹش ہے، میرے بینڈ میں ہے مگر اس کے لیے تمہیں اسے کچھ پیسے دینا ہوں گے۔" نیشنلٹی ملنے کے بعد تم شادی سے، اس تعلق سے آزاد ہوگی۔ یہی چاہیے نا تمہیں؟ تم قابل ہو اچھی جاب حاصل کرسکتی ہوں، خوب صورت ہو بہت سے اور مل سکتے ہیں تمہیں، زندگی شروع کرسکتی ہوں، مگر ہماری دنیا سے نکل جاؤ۔ اس سے زیادہ تمہاری مدد میں نہیں کرسکتی۔" ٹینا بول کر اٹھ کھڑی ہوئی تھی۔ وہ اس کی سفاکی پر حیران رہ گئی تھی۔ ٹینا جانتی تھی ویزا سوچ کرنے کے کئی طریقے اور بھی تھے مگر وہ اس کی شادی کرانا چاہتی تھی تاکہ ان کی راہ سے ہمیشہ کے لیے نکل جائے۔ وہ اتنی بچی نہیں تھی کہ آنکھیں بند کر کے ٹینا کی مان لیتی تو پھر ریان حق نے ٹینا کی کیسے مان لی تھی؟ وہ لمحہ بھر کو سوچ کر حیران ہوئی تھی۔

اس دن کے بعد سے وہ شخص اسے بہت سرد لگ رہا تھا۔ اس کے قریب نہیں آیا تھا، اس سے بات نہیں کی تھی، اس سے نگاہ بھی نہیں ملائی تھی۔ وہ اس کی طرف دیکھتا نہ بات کرتا مگر وہ اسے اپنے بارے میں وہ غلط فہمی مزید رکھنے نہیں چاہتی تھی۔ وہ اسے ایک لالچی لڑکی سمجھ رہا تھا، موقع پرست جان رہا تھا اور ایک غلط تاثر بنائے بیٹھا تھا، وہ اس تاثر کو ختم کرنا چاہتی تھی، تبھی اس شام جب بارش ہو رہی تھی اور وہ کار پورچ سے باہر نکال رہا تھا، وہ اس کے سامنے آن کھڑی ہوئی۔ ریان حق نے ہارن پر ہاتھ رکھا تھا مگر وہ پیچھے نہیں ہٹی تھی، وہ تیز بارش میں بری طرح بھیگ رہی تھی۔ جس کا اسے مطلق احساس تھا نہ پروا۔ ریان حق جانتا تھا اس کا مزاج وہ اگر ٹھان چکی تھی تو وہ گاڑی کے سامنے سے نہیں ہٹ سکتی تھی تبھی اسے گاڑی سے نکل کر باہر آنا پڑا تھا۔

''کیا حرکت ہے؟'' وہ برہم ہوا تھا۔

''مجھے بات کرنا ہے؟'' ایلیاہ میر نے مدعا بیان کیا۔

''کیا بات؟'' اوہ! ٹینا نے بتایا تھا تم جاب چھوڑ کر جانا چاہتی ہو؟'' وہ اپنے طور پر اخذ کرتا ہوا بولا۔

''ٹینا کی کہی گئی ہر بات پر اتنا ہی اعتبار کرتے ہو؟'' اس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے پوچھا۔

ریان حق اسے کچھ دیر خاموشی سے دیکھتا رہا تھا پھر اسے شانوں سے تھام لیا۔

''مرد کی سب سے بڑی بے وقوفی کیا ہوتی ہے؟ وہ حسن کے غلط سلط کہے جانے پر اعتبار کرتا ہے، اس سے آگے دیکھتا ہے نہ سمجھتا ہے۔ میں نے تمہاری آنکھوں میں دیکھا تو اس سے آگے نہیں دیکھ سکا۔ اس چہرے سے آگے دیکھنے کی سکت نہیں رہی۔ بس یہیں پر الجھ گیا اور یہیں پر شاید غلطی بھی کر دی۔ میں نہیں جانتا تھا تم یہاں رہنے کے لیے کچھ بھی کر سکتی ہو، تم پاول سے شادی کر رہی ہو؟ چلو کسی طرح تمہاری پرابلم کا حل تو نکلا، اب تمہیں جگہ جگہ خوار نہیں ہونا پڑے گا۔'' اس کے شانوں پر اس کی گرفت سخت تھی۔ اس کی انگلیوں کا دباؤ اسے اپنے گوشت کے اندر پیوست ہوتا محسوس ہوا۔ وہ اس شخص کے سامنے کھڑی تھی جس کے باعث اس کے دل نے دھڑکنا سیکھا تھا۔ اس شخص کی کھری کھری سن رہی تھی، جس کو اس نے خوابوں میں جگہ دی تھی مگر وہ کچھ نہیں سمجھ رہا تھا، کچھ نہیں دیکھ رہا تھا۔ تیز بارش میں وہ ساکت اس کے سامنے کھڑی تھی پھر یک دم اس نے ریان حق کے ہاتھوں کو اپنے شانوں سے ہٹا دیا تھا اور پورے اعتماد سے اس کی نظروں میں دیکھتے ہوئے بولی تھی۔

''میں غلط نہیں ہوں، نہ ہی لالچی ہوں۔ میں پیسوں یا دولت کے پیچھے کبھی نہیں رہی۔ اب میری سمجھ میں آرہا ہے اس روز تم مجھ سے کیوں پوچھ رہے تھے کہ ایک لڑکی کیا چاہتی ہے، میرا جواب سننا چاہو گے؟'' میرا خواب آج بھی وہی ہے، محبت، عزت اور تحفظ۔ اس سے زیادہ کچھ نہیں، جانتے ہو میں نے منگنی کی انگوٹھی اپنے منگیتر کے منہ پر کیوں ماری؟ کیونکہ وہ مجھے یہ تینوں چیزیں نہیں دے سکتا تھا کیونکہ میں نے اپنی ماں کو ان تین چیزوں کے لیے اپنی زندگی میں سسکتے، تڑپتے دیکھا ہے، میں اپنی ماں کی زندگی جینا نہیں چاہتی تھی۔ وہ نیکلس کا پھول کہتا تھا مجھے اس کے لیے میں دلچسپی کا باعث نہیں تھی اور میرے لیے وہ اہم نہیں تھا۔ میری ماں ان لوگوں کی وجہ سے اس دنیا سے گئی، میں ان لوگوں کو کوئی رعایت نہیں دے سکتی۔ میں نے انتھک محنت کی راہ چن لی۔ کیونکہ مجھے خود پر بھروسا تھا، میں نے پوری جان لگا دی کیونکہ میں اپنوں کے لیے سب کچھ کرنا چاہتی تھی، جو شخص کسی سے پیار کرتا ہو وہ ان سب باتوں کو سمجھ نہیں سکتا۔ یہاں مزید دو سال ٹھہرنے کی خواہش میرا حق ہے۔ میں نے اس کے لیے یہاں کا سفر کیا ہے، اس سے مجھے کوئی روک نہیں سکتا نہ مجھے لالچی کہہ سکتا ہے۔ ہوں گے آپ کہیں کے پرنس مگر میرے لیے میرا وقار، میری عزت میرے تشخص سے بڑھ کر اور کچھ نہیں۔ اگر مجھے آپ سے محبت بھی ہوتی ہے تو میں آپ کو اس الزام کے لیے معاف نہیں کرتی۔ مجھے آپ سے بات کرنے کا شوق نہیں تھا مگر میں خود پر لگائے گئے الزام کی صفائی دینے کے لیے آپ کی گاڑی کے سامنے آئی، اگر آپ ایسا سمجھتے ہیں تو سمجھتے رہیں، میں پاؤل سے شادی کروں یا کسی اور سے آپ کو اس سے فرق نہیں پڑنا چاہیے۔ ایک ملازم تو ہوں ناں میں آپ کی پھر کس نے حق دیا آپ کو یہ سب سوچنے کا، میرے لیے آپ ایک انتہائی بند عقل کے آدمی ہیں، جس کی خودی کوئی سوچ ہے نہ سمجھ بوجھ۔ آپ کو لگتا ہے میں آپ کے پیچھے ہوں، آپ پر فریفتہ ہوں، محبت ہو گئی ہے آپ سے؟ دولت ہتھیانہ چاہتی ہوں آپ کی؟ آ...... آپ اگر مفت میں بھی ملیں تو بھی آپ کو قبول نہ کروں، چھوڑ رہی ہوں میں آپ کی جاب، نہیں کرنا ایسے شخص کے ہاں جاب جسے دوسرے کے بارے میں غلط سلط باتیں سوچنے کا خبط ہو۔'' وہ پلٹنے لگی تھی، جب یک دم رک کر دوبارہ مڑی تھی۔

''سچ کہوں؟ آپ کوئی اچھی مشرقی لڑکی کی ڈی زرو بھی نہیں کرتے کیونکہ آپ خود اس لڑکی کو پانے کے گٹس نہیں رکھتے۔ میں فضول میں متاثر ہو رہی تھی آپ سے آپ کی اچھائی سے۔ کچھ دیر اور یہاں رہتی تو شاید محبت

بھی ہو ہی جاتی، تھینک گاڈ آنکھیں کھل گئیں، اگر کہہ دیتی کہ محبت ہو چکی ہے تو شاید آپ اسے بھی کوئی ٹرکس سمجھ لیتے، جس بندے کی اپنی کوئی عقل سمجھ بوجھ نہ ہو، اس سے کوئی کیا توقع کر سکتا ہے؟'' وہ پلٹ کر وہاں سے جانے لگی تھی کہ یک دم ریان حق نے اسے کلائی سے پکڑ کر ایک جھٹکے سے اپنی سمت کھینچا، انداز جارحانہ تھا۔ وہ اس کے سینے سے آن ٹکرائی تھی۔ دونوں بارش میں بُری طرح بھیگ رہے تھے مگر دونوں ہی کو اس بات کی مطلق پروا نہیں تھی۔ ایلیاہ میر نے سر اٹھا کر اپنے سامنے کھڑے شخص کو دیکھا تھا، نگاہ ان آنکھوں سے ملی تھی، وہ دونوں آنکھیں اس کے چہرے پر ٹکی تھیں۔ ایلیاہ میر کی روح فنا ہو چکی تھی۔ پوری جان میں ایک قیامت برپا ہوئی تھی۔ ان آنکھوں کے سامنے وہ ہارنا نہیں چاہتی تھی، شکست نہیں چاہتی تھی، تبھی وہ اس کی سمت اپنی آنکھیں ہٹا گئی۔

''بہت رعایت دی تمہیں بہت مراعات دیں، اس گھر میں لایا، کیوں......؟'' وہ سخت لہجے میں کہہ رہا تھا، وہ آنکھیں اس پر گڑی تھیں۔ ''میں چاہتا ہوں تم زندگی کا فیصلہ خود کرو ایلیاہ میر، خود کو شوارہ بناؤ، مجھے اپنے نفع نقصان کی پروا نہیں، شاید تمہیں اس سے فرق پڑتا ہوں، اپنا حاصل جمع کرو اور بتاؤ کہاں میں غلط ہوں اور کہاں تم؟ مگر یہ سب کرنے سے سچ تبدیل نہیں ہوگا، ٹینا پر یقین نہ کرنا حماقت ہوگی، وہ جھوٹ نہیں بولتی، اگر اس نے کہا کہ تم لالچی ہو تو ہو، مجھے پہلے ہی دن اس کا احساس ہو جانا چاہیے تھا۔ وہ مدہم مگر سخت لہجے میں بولا تھا۔ ایلیاہ میر کی آنکھیں بھرنے لگیں مگر ریان حق کو اس کی پروا نہیں تھی، ایک جھٹکے سے اس نے اسے چھوڑا تھا اور وہاں سے چلا گیا۔ ایلیاہ میر کس جگہ ہاری تھی۔ کس جگہ دل نے ڈبویا تھا۔

شکست پائی بھی تو کس جگہ۔

وہ وہاں مزید رکنا نہیں چاہتی تھی تبھی سامان پیک کیا اور واپس ایسٹ لنڈن آگئی تھی۔ نمرہ کے دل اور کمرے دونوں میں اس کے لیے جگہ تھی، ایک ہفتے کی کوشش کے بعد اسے ایک ریسٹورنٹ میں جاب مل گئی تھی تو وہ ایک شیئرنگ روم میں دوسری جگہ شفٹ ہو گئی تھی، اندر ایک گہرا سکوت تھا اور وہ اس سکوت کو توڑنے کی کوشش بھی نہیں کر رہی تھی۔ زندگی کو ایک توازن دینے کی کوشش میں وہ ایک مشین بن گئی تھی، پلٹ کر ریان حق کی طرف نہیں دیکھا تھا۔

عزت، محبت اور تحفظ...... اس کی ترجیحات میں عزت اول نمبر پر آگئی تھی۔ محبت کو اس نے ثانوی قرار دیا تھا، شاید محبت کی کوئی حقیقت نہیں ہوتی، ان دنوں وہ ممی کو بہت یاد کر رہی تھی، کئی بار ان کو یاد کر کے آنکھیں بھیگ چکی تھیں، وہ رو کر خود کو کمزور کرنا نہیں چاہتی تھی مگر سمجھ نہیں آتا تھا کیوں وہ خود پر کنٹرول نہیں کر پا رہی تھی۔

''تم نے بتایا نہیں اچانک سے ریان حق کی جاب کیوں چھوڑ دی؟'' وہ اس بات کا کوئی جواب نہیں دے سکی تھی نمرہ نے اسے بغور دیکھا تھا۔

''کیا ہوا؟'' تمہاری آنکھیں ایسے ویران کیوں لگ رہی ہیں؟'' اس نے سر نفی میں ہلایا اور وہاں سے نکل آئی تھی۔ زندگی میں بھیانک ترین لمحہ تب لگتا ہے جب کوئی آپ کا یقین نہ کر رہا ہو اور تب کوئی آپ کو انتہائی ارزاں جان رہا ہوں، اسے قلق اس بات کا نہیں تھا کہ اسے رد کیا گیا تھا۔ کسی اور کو اس کی جگہ اپنا لیا گیا تھا یا کسی کے کہنے پر اس کی بے عزتی کی گئی تھی، اس نے تمام چیزوں کو اپنے اندر کہیں مار دیا تھا۔ کسی مات کا احساس وہ اپنے اندر باقی نہیں رکھنا چاہتی تھی۔ اس شخص سے ملنا، بات کرنا، محبت ہونا، شاید اس کی غلطی تھی اور وہ غلطیوں کو زندگی پر طاری یا عادی نہیں کرنا چاہتی تھی۔ وہ اپنی ماں جیسی زندگی نہیں گزارنا چاہتی تھی۔ جو محبت کو فوقیت دیتی رہی تھی اور جس کی خود کی زندگی محبت سے خالی رہی تھی۔ بے حس لوگوں کے درمیان رہنے سے کہیں بہتر تھا وہ تنہا رہتی۔ سکون سے رہتی۔

وہ ریسٹورنٹ میں جاب ختم کر کے گھر کے لیے آرہی تھی جب اسے میسج آیا تھا کہ شاید کل یونیورسٹی میں اس کا سرٹیفکیٹ مل جائے گا، جس کے لیے اسے ملفورڈ جانا تھا۔ وہ اپنے ہی دھیان میں چل رہی تھی جب گاڑی کی ہیڈ لائٹس سے اس کی آنکھیں چندھیا گئیں۔ اس نے آنکھوں پر ہاتھ رکھا، گاڑی اس کے قریب آن رکی تھی اور گاڑی سے جو شخص نکلا تھا اسے دیکھ کر اسے کوئی حیرت نہیں ہوئی تھی۔ وہ چپ چاپ ریان حق کو دیکھتی رہی تھی، وہ گاڑی سے نکل کر اس کے سامنے آن رکا۔

''تم بتائے بغیر چلی آئیں، اپنی سیلری بھی نہیں لی میں کسی کا حق غصب کرنا مناسب خیال نہیں کرتا۔ یہ رہے تمہارے پیسے۔'' اس کی سمت ایک لفافہ بڑھایا تھا۔ جسے وہ کچھ لمحوں تک خاموشی سے دیکھتی رہی تھی پھر آہستگی سے ہاتھ بڑھا کر وہ لفافہ تھام لیا تا۔

''تم نے شادی نہیں کی، پاؤل تمہارے ساتھ دکھائی نہیں دے رہا؟'' وہ طنز کرنا اپنا حق سمجھتا تھا، وہ غصے سے اسے گھورنے لگی تھی۔

''میں پاؤل سے شادی کروں یا کسی اور سے، آپ کو اس سے مطلب؟'' وہ اپنے ازلی ایٹی ٹیوڈ سے بولی تھی، وہ جانے کیوں مسکرا دیا تھا۔

''تمہیں ستاروں پر چلنے کا بہت شوق ہے نا؟ کہکشاؤں پر پاؤں دھرنا خواب اولین ہے؟ اس لیے تم کانٹوں سے دامن چھڑانا چاہتی ہو، اور اس کے لیے تم ہر انتہائی قدم اٹھا سکتی ہو؟ تمہاری آنکھوں کی لگن بتاتی ہے، اندر کہیں بہت ویرانی ہے۔ ان کہکشاؤں کی روشنی تمہاری ان آنکھوں میں کیوں نہیں، ستارے قدموں میں ہیں تو اندر اتنی تاریکی کیوں ہے؟ کس بات کی لگن سانسوں میں ارتعاش کا باعث ہے؟ کس بات کا تلاطم ان دھڑکنوں میں ہے؟ ہم سرراہ اس کا فیصلہ نہیں کر سکتے ہم باتوں کو سرراہ ڈسکس نہیں کیا جا سکتا؟'' وہ بہت اطمینان سے کہتا ہوا مسکرا دیا تھا۔ کیسا بے حس شخص واقع ہوا تھا جسے ذرا بھی ملال نہیں تھا کہ وہ کسی کے دل کو زک پہنچا چکا ہے، ایسے لوگ بھی ہوتے ہیں دنیا میں، وہ ابھی سوچ ہی رہی تھی جب ریان حق اس کا ہاتھ تھام کر اسے گاڑی کے پاس لے آیا، وہ ایک پل کو حیران رہ گئی تھی۔ یہ کیا کر رہا تھا وہ؟ کیوں اس کی اجازت کے بنا؟ یہ شخص کیوں سمجھتا تھا کہ اسے ہر جائز و ناجائز کرنے کا اختیار ہے اور وہ ہر طرح کا رویہ واجب رکھ سکتا ہے۔

''آپ......'' اس نے سخت سست کہنے کے لیے منہ کھولنا چاہا تھا ریان حق نے اس کے لبوں پر ہاتھ رکھ دیا، وہ ساکت سی اس کی سمت تکنے لگی۔

''مجھے شور سے الجھن ہوتی ہے، فی الحال کوئی بات مت کرو۔'' وہ حتمی انداز میں کہہ کر گاڑی آگے بھگانے لگا، ایلیاہ میر چپ چاپ اسے تکنے لگی تھی۔

''ایسے کیا دیکھ رہی ہو؟'' اسے اپنی سمت دیکھتا پا کر وہ بولا۔ وہ اس کی سمت سے اپنی نظریں ہٹا گئی تھی۔ وہ نظریں صاف کہہ رہی تھیں کہ انہیں گلہ ہے اور بات کرنا نہیں چاہتیں۔ ریان حق نے اسے بولنے پر نہیں اکسایا تھا۔ گاڑی ریان حق کے گھر کے سامنے رکی تھی تو وہ چونکی۔

''یہاں کیوں لے آئے آپ مجھے؟'' وہ چونکی۔

''ضروری بات کرنا ہے، ضروری باتیں سڑکوں پر کھڑے ہو کر سرراہ نہیں ہوتیں، اترو۔'' اسے گاڑی سے اترنے کا کہہ کر وہ ڈور کھول کر باہر نکلا تھا۔

''اتنی رات میں کسی بات کا احساس ہے آپ کو؟ کل مجھے کیمپس جانا ہے۔ ڈگری کلیکٹ کرنا ہے اور......''

''اوہ! تم اب بھی اپنی ڈگری کا انتظار کر رہی ہو؟ مجھے لگا تم نے پاول سے شادی کر لی ہو گی اور تمام پرابلمز کا حل ڈھونڈ لیا ہو گا۔ مگر تمہاری سوئی تو وہیں اٹکی ہوئی ہے۔'' ریان حق کا انداز اسے تلملا گیا تھا۔

''انتہائی فضول درجے کے انسان ہیں آپ۔ دوسروں کی زندگی میں مداخلت کرنا اپنا حق سمجھتے ہیں، جو کرتے ہیں اپنے طور پر کرتے ہیں اور اسے ہی مناسب خیال کرتے ہیں، جو کہتے ہیں وہی آپ کو صحیح لگتا ہے۔ آپ دوسروں کی زندگی میں مداخلت کرنا بند نہیں کر سکتے؟ امیر پیدا ہو گئے ہیں اس زمین پر پیدا ہو گئے تو پرمٹ مل گیا آپ کو کسی کو بھی ذلیل کرنے کا؟ میں قطعاً امپرسنڈ نہیں ہوں آپ سے۔ آپ کی ان حرکتوں کے بعد تو قطعاً نہیں۔ آپ مجھے مزید غصہ مت دلائیں ورنہ......'' اس نے دھمکی دی تھی اور ریان حق نے اس کا ہاتھ تھام لیا تھا اور کچھ قریب آ گیا تھا، اس کی آنکھوں میں مکمل توجہ سے دیکھا تھا۔

''ورنہ......؟'' وہ اس کی دھمکی سے آگے سننا چاہتا تھا۔ ایلیاہ میر اسے غصے سے گھور رہی تھی۔ جب ریان حق نے اس کی آنکھوں پر ہاتھ رکھ کر اس کی آنکھوں کو بھینچ دیا۔

''کبھی کبھی کھلی آنکھوں سے جو دکھائی نہیں دیتا بند آنکھوں سے دکھائی دیتا ہے۔ میں چاہتا ہوں تم میرے معاملے میں اپنی آنکھیں بند کر لو، سماعتوں کو تالے لگا دو اور صرف دل کو محسوس کرنے کے لیے تنہا چھوڑ دو۔ کبھی کبھی دل اپنی جانچ پڑتال خود جس ڈھنگ سے کرتا ہے اس میں فرد کو کچھ واسطہ نہیں ہوتا۔'' اس کی آنکھوں پر ہاتھ رکھے وہ بولا تھا۔ ایلیاہ میر آنکھوں سے سننے پر مجبور تھی اور اس کی سمجھ میں کچھ نہیں آ رہا تھا۔ وہ کیا کہہ رہا تھا اور کیونکر......!

''میں چاہتا ہوں تم اپنی پوری عقل کو استعمال کرو۔ وہ جانو جو آج سے پہلے نہیں جانا یا پھر جانا بھی تو انجانا کر دیا۔ میں نے اس سے قبل اپنی دونوں آنکھوں کو استعمال نہیں کیا تھا۔ تم نے موقع ہی نہیں دیا، چاہتا تھا تمہیں دونوں آنکھوں سے بغور دیکھوں، پوری عقل سے جانچوں اور دل سے پہچانوں۔ میں چاہتا ہوں تم وقت کی رفتار کو کچھ دھیما کر دو تا کہ سارے منظر یک دم سے نہ گزرنے پائیں اور ساری چیزیں متواتر دل پر اثر کر سکیں، مجھے وقت کو تھامنے کا شوق تھا مگر میں نہیں کر پایا۔ تمہارے مقابل عجیب شکست خوردہ رہا، تم نے میرے وقت کو مجھ سے چھینا اور مجھے اپنے آپ سے بیگانہ کر دیا۔ محبت سے گلے ہیں تم سے اور سب سے لمحوں کا حساب لینا ہے مگر آج نہیں۔'' وہ مدہم لہجے میں کہہ کر اس کی آنکھوں پر سے اپنا ہاتھ ہٹا گیا۔ ایلیاہ میر نے اس کی سمت دیکھا تھا، رات کی اس تاریکی میں ان آنکھوں میں کچھ بے چینی تیرتی واضح دکھائی دی تھی۔ کس بات کا احساس تھا یہ؟ اس کے اثر کا تسلسل ٹوٹا تھا جب اس کا سیل فون بجا تھا۔ دوسری طرف ندا ماسو تھیں۔

''ایلیاہ کیسی ہو تم؟ تمنا کے لیے ایک اچھا پرپوزل آیا ہے، میں ای میل کرتی ہوں تم لڑکے کو دیکھ کر فیصلہ

کرو، کیا کرنا ہے؟ مجھے اور تمہارے انکل کو تو کافی معقول لگا ہے وہ۔ تمنا کی تعلیم ختم ہونے والی ہے اور شادی بھی ہو جائے تو تمہاری ذمے داری کچھ تو کم ہو گی نا۔"

"لیکن ماسو ابھی؟ آپ جانتی ہیں میں یہاں کن حالات سے گزر رہی ہوں، اس میں تمنا کی شادی کیسے ہو گی؟ مناسب ہو گا ہم دو سال بعد ہی سوچیں اور......"

"ان باتوں کو چھوڑو تم...... میں نے ایک اچھا لڑکا تمہارے لیے بھی دیکھا ہے لڑکا انجینئر ہے اچھا کماتا ہے تم کہو تو تصویر بھجوا دوں؟ ندا ماسو نے ٹھان لی تھی تمنا کے ساتھ اس کی شادی بھی کروا کر ہی رہیں گی۔ اس نے ریان حق کی سمت دیکھا تھا۔

"میں نے آپ سے کہا تھا نا ماسو فی الحال میری شادی کے بارے میں مت سوچیں، جس لڑکے کو آپ نے قائل کیا ہے نا وہ صرف اس بات پر قائل ہوا ہو گا کہ میں یعنی لڑکی یہاں انگلینڈ میں ہوں، اسے نہیں معلوم کن حالات میں ہوں اور کتنی مشکلوں میں۔ مزید کسی اور کا بوجھ نہیں اٹھا سکتی اور......" اس نے کہنے کا قصد کیا تھا، ریان حق نے اس کے ہاتھ سے سیل فون لے لیا۔ وہ حیرت سے تکنے لگی تھی مگر وہ بنا اس کی نظروں کی پروا کیے ندا ماسو سے بات کرنے لگا تھا۔

"ندا ماسو! آپ کی بھانجی کافی ٹیڑھی لکیر ہیں، ان کے لیے کسی انجینئر کی نہیں دماغ کے ڈاکٹر کی ضرورت ہے۔ آپ کہیں تو میں یہاں نیوز پیپر میں اشتہار لگوا دوں، کسی کی شامت تو آئی ہو گی، کہتے ہیں گیدڑ کی جب شامت آتی ہے تو شہر کا رخ کرتا ہے، کسی عقل کے اندھے کی شامت آئی ہو گی تو ضرور ایلیاہ میرے سے رجوع کرے گا۔ کیوں ٹھیک ہے نا؟" وہ مسکراتے ہوئے بولا تھا، دوسری طرف ندا ماسو حیران ہوئیں، مگر کہنے والے نے اپنا تعارف کروانے کی بجائے یا اس کہے کی وضاحت دینے کی بجائے فون کا سلسلہ منقطع کر دیا تھا۔

"یہ کیا بدتمیزی ہے؟" وہ اسے گھورتی ہوئی بولی تھی۔ "کیا حق پہنچتا ہے آپ کو میری ماسو سے اس طرح سے بات کرنے کا؟ وہ بھی میرے بارے میں؟" وہ سخت سست سنانے والی تھی جب ریان حق نے اس کے لبوں پر شہادت کی انگلی رکھ دی تھی اور پوری توجہ سے دیکھنے لگا تھا۔

"اور کتنے چاہئیں؟" وہ پوچھنے لگا تھا وہ بری طرح چونکی تھی کچھ کہنا چاہا تھا مگر اس کی انگلی بدستور اس کے لبوں پر سختی سے جمی تھی سو وہ بول نہیں پائی۔

''ایک مل گیا سو کافی نہیں ہے؟'' وہ کس کی بات کر رہا تھا؟ اور اتنی دھونس سے کیوں؟ سارا رعب وہ اسی پر کیوں جماتا تھا؟ ایلیاہ میر کو غصہ آنے لگا تھا، وہ اس کی نظروں کی سرخی دیکھ کر مسکرا دیا تھا۔

''ان آنکھوں میں غضب نہیں پیار زیادہ سوٹ کرے گا تم اب نرمی اور محبت سے دیکھنے کی عادت ڈال لو۔''

ایلیاہ میر نے اس کا ہاتھ اپنے لبوں سے ہٹایا تھا۔

''یہ کیا بدتمیزی ہے؟ کیا بکواس کر رہے ہیں آپ؟ دو پیسے ہیں جیب میں تو کوئی بھی بات کہہ سکتے ہیں؟ کسی پر بھی رعب جما سکتے ہیں؟ آپ کی حیثیت سے متاثر ہو جاؤں گی، جرمن بلی سمجھ رکھا ہے مجھے؟'' وہ گھورتے ہوئے بولی۔

''اوں ہوں، جرمن، جرمن بلی...... جرمن بلی کا یہاں کام نہیں۔ اس کا قصہ تمام ہوا۔'' وہ بہت رسانیت سے بولا تھا، وہ چونکی تھی۔

''کیا مطلب؟'' ایلیاہ میر جاننے کی خواہاں ہوئی تھی۔

''ٹینا کو لگتا تھا مجھے اس سے محبت نہیں ہے اور مجھے محبت تھی بھی نہیں، دو سالہ رفاقت میں، میں نے اسے کبھی دو تین لفظ نہیں کہے، کبھی وہ محسوس نہیں کیا جو دو دلوں میں رابطہ ہوتا ہے، ہم میں سب بہت سرد تھا اور بہت سرد مہری میں زمانے بیت رہے تھے، شاید میں انہی زمانوں میں ایک سرد وجود بن جاتا جب تم مجھ سے ٹکرا گئیں۔ تم سے ملا تو حدت کا احساس ہوا، شدت کا احساس ہوا۔ مجھے قبول کرنے دو کہ تم پہلی لڑکی ہو جس نے مجھے حیران کیا اور پریشان بھی۔ کئی دن تک الجھنوں میں رہا، خود اخذ نہ کر پایا کہ ایسا کیوں ہے اور تبھی ٹینا نے تمہیں راہ سے ہٹانے کی ٹھانی، بتایا کہ تم پاؤل کو پسند کرتی ہو، اس سے شادی کرنا چاہتی ہو اور میرے قریب اس لیے آئی ہو کہ میری دولت کو ہتھیا سکو۔ تم مجھے بند دماغ کا آدمی کہہ سکتی ہو، جس پاؤل کو ٹینا چاہتی تھی اور جس سے تم کبھی ملی بھی نہیں تھیں اس سے تمہیں محبت کیسے ہو سکتی تھی؟ یا تم اس سے شادی کرنے کا کیسے ٹھان سکتی تھیں۔ یہ بات تب میری سمجھ میں نہیں آئی تھی؟ مگر تمہارے جانے کے بعد آئی جب ایک دن پاؤل سے ملاقات ہوئی۔ وہ گھر آیا تھا ٹینا سے ملنے۔ تبھی مجھے اس سے بات کرنے پر پتا چلا کہ وہ تو تمہارے نام سے بھی واقف نہیں۔ مجھے ٹینا سے یہ امید نہیں تھی مگر شاید وہ مجھے گنوانا نہیں چاہتی تھی، تم اس گھر میں تھیں۔ مجھ سے قریب تھیں یہ بات اسے فکر مند کر رہی تھی بہر حال ایک کہانی کو ختم ہونا تھا سو تمام ہوئی۔ وہ گھر سے چلی گئی، اسے یہاں رکنے کا جواز نہیں دکھائی دیا

اور مجھے بھی یہ مانتے ہی بنی کہ تم کیا ہو اور کیا اہمیت رکھتی ہو۔ شاید اب اگر میں کہوں کہ میں آج تمہیں اپنی پوری توجہ سے اور دونوں آنکھوں سے دیکھ رہا ہوں تو تمہارا دل میرا سر پھوڑ دینے کو چاہے گا مگر یہی سچ ہے۔'' ریان حق نے کہہ کر اسے خود سے کچھ اور قریب کیا۔

وہ آنکھیں پھاڑے اسے دیکھنے لگی تھی، یہ کیسا اظہار تھا اسے خود اپنی سماعتوں پر یقین نہیں آرہا تھا۔ قسمت اس پر مہربان ہو رہی تھی، ڈھنگ سے، وہ خود یقین کرنے کو تیار نہ تھی۔

''میں ان دھڑکنوں کو تمہارے ساتھ جوڑنا چاہتا ہوں، تمہارے قدموں سے قدم ملا کر چلنا چاہتا ہوں، کیا تم اس کا موقع دوگی؟'' ایلیاہ میر اسے جامد نظروں سے دیکھ رہی تھی۔ ریان حق نے اس کے چہرے پر آئے بالوں کی لٹ کو اس کے چہرے سے ہٹایا اور مدھم سرگوشی میں بولا۔

''ایلیاہ میر! مجھے ایسی ہی لڑکی کی ضرورت تھی، جو مجھے اچھی طرح جانتی ہو اور مجھے اپنے ساتھ باندھ سکے، تم نے پہلے ہی دن اپنے اثر میں لیا اور سنگ جوڑ دیا، مجھے دبی دبو قسم کی لڑکیاں پسند نہیں، لڑکیوں میں حوصلہ ہونا چاہیے اپنی ذات کو منوانے کا ڈھنگ ہونا چاہیے۔ اعتماد ہونا چاہیے، اور تم میں وہ سب ہے۔ تم نے جس طرح مسز حیات کو اس رات روزدار پنچ مارا اس سے میں بہت زیادہ متاثر ہوا تبھی مجھے لگا میں تمہارے ساتھ اندر سے کہیں جڑ رہا ہوں۔ میں نے شور نہیں مچایا، بس خاموشی سے اپنے اندر کی آواز کو سنا۔ اپنے اندر کے شور کو سمجھا اور جانا کہ دل کیا کہتا ہے اور اندر کی آواز کیا ہے، کوئی تم جیسی دلیر و ھانسو قسم کی لڑکی ہی ہو سکتی تھی، جس کے ساتھ میں قدم سے قدم ملا کر چل سکتا تھا، میں تم سے ملنے سے پہلے خود نہیں جانتا تھا کہ میرے اندر کیا ہے یا میری خواہش کیا ہے، تم نے میرے نظریات کو بدلا میری سوچ کو بدلا اور میرے دل کو جیتا، ایسی ہی ہوتی ہے نا محبت؟ دلیر، نڈر، بے ریا، اور بے غرض اور مصائب کے باوجود بھی تھکنے والی نہ رکنے والی؟ تبھی میں نے تمہیں کیکٹس کا پھول کہا۔ تم ویسی ہی تو ہو۔ اجلی اجلی، کھلی کھلی بہت سے مصائب کا ڈٹ کا سامنا کرتی، ایسی جیون ساتھی کون نہیں چاہے گا؟ اور کون ہوگا جو پا کر گنوا دے گا؟ میں ان کم عقلوں اور نافہم لوگوں کی فہرست میں نہیں شمار ہونا چاہتا تھا تبھی میں نے لمحوں کو شمار کرنا ترک کیا اور تم تک کا سفر کیا۔

میں جانتا ہوں ان دھڑکنوں میں کیا ہے اور یہ دل کس باعث دھڑکتا ہے، اتنا احمق نہیں ہوں، قیاس آرائیوں پر یقین نہیں کرتا مگر محبت ایک یقین ہے، ربط ہے اور میں اپنے دل کو تمہارے دل سے جڑا ہوا محسوس کرتا

ہوں اور میں جانتا ہوں تم بھی ایسا ہی محسوس کرتی ہو، دادی اماں کی خواہش بھی یہی تھی میری دلہن دیسی ہو پکی مشرقی ہو بجے آدھے تیتر آدھے بٹیر نہ ہوں۔ سو اب سب کی خواہشوں کے پورا ہونے کا وقت آ گیا ہے۔'' وہ مسکرایا تھا، وہ پلکیں جھکا گئی تھی، اس خاموشی میں ریان حق کے دل کی دھڑکنیں اسے بہت واضح سنائی دی تھیں، وہ ان دھڑکنوں کے معنی سمجھ سکتی تھی۔ ان دھڑکنوں میں چھپے راز جان سکتی تھی لمحہ بھر کو اس نے آنکھیں موند لیں شاید یقین کرنے کے لیے کہ وہ بند آنکھوں سے بھی وہی دیکھ رہی ہے جو کھلی آنکھیں اسے دکھا رہی تھیں؟ لمحہ بھر کو وہ اس طرح کھڑی رہی تھی پھر اپنی آنکھیں کھول کر اسے دیکھنے لگی تھی۔

بند آنکھوں سے کیا دکھائی دیا؟'' وہی نا جو کھلی آنکھوں سے دکھائی دے رہا ہے؟'' ریان حق نے پوچھا تھا، ایلیاہ میر نے چند لمحوں تک سوچا پھر ہاتھ کا پنچ بنا کر اس کی سمت بڑھایا تھا، جسے ریان حق نے ہاتھ بڑھا کر تھام لیا تھا، اس کا ہاتھ اس کے ہاتھ کی گرفت میں آ گیا تھا۔ ایلیاہ خاموشی سے دیکھنے لگی تھی پھر مسکرا دی تھی، اس کے چہرے کو بغور تکتے ہوئے ریان حق بھی مسکرا دیا۔

''تمہاری مسکراہٹ بہت بھلی ہے، میں نے اس سے زیادہ خوب صورت مسکراہٹ نہیں دیکھی۔ تم کچھ نہ بھی کہو مگر میں جان سکتا ہوں تم خوش ہو اور میں تمام عمر اس مسکراہٹ کو برقرار رکھنے کی ہر ممکن کوشش کروں گا۔'' وہ یک دم پریشان ہوئی۔

''اس سفر میں اب تم تنہا نہیں ہو، میں تمہارے ساتھ ہوں۔ جب بھی تم ایک قدم اٹھاؤ گی، تم دوسرا قدم میرا اپنے ہمراہ پاؤ گی، ہم مل کر ان کی ذمہ داریوں کو پورا کریں گے۔ تمنا کی شادی بھی ہو گی اور جامی، ثناء کی پڑھائی بھی، اب خوش؟'' وہ مسکراتے ہوئے اس کی آنکھوں میں جھانکنے لگا تھا۔ اب تعرض کی کیا وجہ نکلتی تھی؟ کوئی جواز نہیں بچا تھا انکار کرنے کا، سو اس نے اثبات میں سر ہلا دیا تھا۔

ریان حق نے اس کے سر کے ساتھ اپنے سر کو جوڑا تھا تو وہ دھیمے سے مسکرا دی تھی آسمان پر بادلوں میں چھپا چاند ان دونوں کو دیکھ کر بادلوں کے سنگ آگے بہنے لگا تھا۔

❁......❁......❁